"Approved by the C. L. M. C."

# HIDDEN TREASURE

BY

V. J. W. RICHARDS. RUTLAM, C. I.

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی۔لاہور

۱۹۲۳ء

قیمت ۸/

P. R. B. S. LAHORE.

# چھپا ہوا خزانہ

# فہرست مضامین

## محمدّ حسین کے لڑکپن کا زمانہ

محمدّ حسین ایک اعلےٰ گھرانے میں پیدا ہوا۔ چونکہ اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس لئے بڑے ناز و نعم میں اُس کی پرورش ہوئی۔ جب یہ آٹھ برس کا ہوا تو اُس کے باپ کو اس کی تعلیم کی فکر ہوئی۔ محمد حسین کے والدین ایک قصبے میں رہتے تھے۔ اور اُنہیں مسیحیوں سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ کتنے ہی مسیحی منادوں کو محمد حسین کے باپ نے طرح طرح سے تکلیف بھی دی تھی پر چونکہ اس قصبے میں سوا مِشن سکول کے اور کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اِس لئے محمد حسین مجبوراً اسی سکول کو بھیجا گیا +

اس سکول میں ایک ہوشیار مسیحی اُستاد تھا۔ اور اُس کے پاس قریب بیس ایک لڑکے ہندو مسلمان اور مسیحیوں کے پڑھتے تھے۔ بڑے شہروں کے انگریزی سکولوں کی طرح یہاں میز کرسی یا بنچیں نہ تھیں۔ پر اُستاد کے بیٹھنے کو ایک موڑھا تھا۔ اور لڑکے سب نیچے فرش پر بیٹھتے تھے۔ جیسے سب قصباتی مشن سکولوں کا دستور ہے۔ یہاں بھی پہلے گھنٹے میں بائبل پڑھائی جاتی تھی۔ اور اس سے محمد حسین

اور اس کے والدین کو سخت نفرت تھی۔ اسی وجہ سے اکثر محمد حسین کو سکول میں ذرا دیر سے بھیجتے تھے۔ اور اسی کوشش میں رہتے تھے۔ کہ وہ بائیبل کے اس گھنٹے سے غیر حاضر رہے۔ تو بھی مشن سکولوں کا تو مقصد ہی یہ ہے۔ کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم ضرور دی جائے۔ سو طرح طرح سے کچھ نہ کچھ مسیحی تعلیم اس چھوٹے لڑکے کے کان میں پڑ ہی جاتی تھی جب قریب ایک سال محمد حسین کو اس مدرسہ میں پڑھتے ہو گیا۔ تو اگرچہ سلسلہ وار اور لڑکوں کی مانند اسے بائیبل کی باتیں یاد نہ تھیں۔ مگر بہت سی مسیحی باتیں اس کے ذہن نشین ہو چکی تھیں +

الغرض محمد حسین کو اسی سکول میں پڑھتے پڑھتے چار برس ہو گئے اور اب اُس کی عمر بارہ برس کی ہو ئی۔ اس عرصے میں اس قصبہ میں مشن کا کام یہانتک بڑھ گیا۔ کہ ایک چھوٹا سا گرجا گھر وہاں بن گیا اور قریب بیس گھرانے مسیحیوں کے وہاں آباد ہو گئے۔ بڑے پادری صاحب بھی وہاں رہنے لگے۔ اور اب یہ چھوٹا سا سکول مڈل تک بڑھا دیا گیا۔ ایک اُستاد کی جگہ اب چار اُستاد ہو گئے۔ اور اُستادوں کے لئے کُرسیاں اور لڑکوں کے لئے بنچیں بھی مہیا ہو گئیں۔ محمد حسین بڑا تیز فہم اور ہونہار لڑکا تھا۔ جو بات ایک دفعہ اس کے ذہن نشین ہو جاتی اُس کو وہ کبھی نہ بھولتا تھا۔ اس عرصے میں اُس نے اُردو کی چار کتابیں پڑھ لیں اور انگریزی کی دو۔ اور کچھ حساب اور جغرافیہ بھی سیکھ لیا۔ باپ اس کی نمایاں ترقی کو دیکھ پھولا نہ سماتا تھا۔ گھر میں کھانے پہننے کو بہت تھا۔ اور کوئی جلدی نہ تھی۔ کہ محمد حسین سکول چھوڑ کے نوکری تلاش کرے۔ چنانچہ اس کے باپ کا مصمم ارادہ تھا۔ کہ جب یہ یہاں کے سکول سے مڈل پاس کر لیگا۔ اور اس لائق بھی ہو جائیگا۔ کہ اپنے کو سنبھال سکے۔ تو کسی اسلامیہ کالج کو بھیجوں گا۔ اور جہانتک ممکن ہو وہاں علم تحصیل کراؤنگا +

جب محمد حسین قریباً ۱۴ برس کا ہوگیا۔ اور مڈل کلاس میں پہنچا۔ تو اس کی جوشیلی طبیعت اکثر بھڑک اُٹھتی تھی۔ یہ دوسرے لڑکوں سے انجیل کی جلدیں چھین لیتا اور پھاڑ کے پھینک دیتا تھا اور مسیحی لڑکوں کو طرح طرح سے ستایا کرتا تھا۔ کیونکہ جب یہ سکول سے گھر واپس جاتا۔ اور تھوڑی دیر کھیل کود کے بعد مولوی صاحب اُسے قرآن پڑھانے آتے۔ تو وہ اسے یہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ کہ مسیحی لوگ بڑے دغاباز ہیں۔ اُنہوں نے اصلی انجیل تو غائب کردی اور نقلی انجیل بنالی ہے۔ اِن کی بات کو ہرگز ماننا نہ چاہئے۔ اُدھر ماں باپ نے بھی اس کے دل میں مسیحیوں کی طرف سے نفرت پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ اس سبب سے جُوں جُوں محمد حسین بڑا ہوتا اور قدآور جوان بنتا گیا تُوں تُوں وہ مسیحیوں کا جانی دشمن ہوتا گیا۔ خیر جو ہو سو ہوا انجیل کی باتیں بھی مانند خمیر کے اس کے دل میں اپنا اثر کر رہی تھیں۔ اور کبھی کبھی اس کے دل میں ایک عجیب جنگ ہوا کرتی تھی +

پندرہ برس کی عمر میں محمد حسین نے مڈل کا امتحان بآسانی پاس کرلیا اور اگرچہ اُس کے باپ کا ارادہ نہ تھا۔ تو بھی ماں کے بضد ہونے سے اس کی شادی کا انتظام کرنا پڑا۔ اِدھر اُدھر سے خبریں تو آہی رہی تھیں۔ سو ایک شریف زادی سے اُس کا نکاح ہوگیا۔ اس کی زندگی میں اس بڑی تبدیلی کے ہونے سے قریب ایک سال اس کا ضائع گیا لیکن اس کے باپ نے جلد لکھا پڑھی کرکے ایک اسلامیہ سکول میں اسے بھیج دیا۔ جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ بجائے مسیحی تعلیم کے اُسے محمدی تعلیم ملنے لگی۔ یہاں بھی محمد حسین نے نمایاں ترقی کی۔ اور دو ہی سال کے اندر انٹرینس کا امتحان پاس کرلیا۔ امتحان کے بعد وہ سیدھا گھر آیا۔ اور پُرانے مولوی صاحب سے گرمیوں کی چھٹی بھر

میحیوں کے برخلاف خوب ہی محمد حسین کے کان بھرے۔ باپ کا ارادہ تھا کہ وہ کالج میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کی تعلیم پوری کرے۔ پر چونکہ اب محمد حسین کے بیڑیاں پڑ چکی تھیں۔ اسے گھر چھوڑ کالج کو جانا گوارا نہ ہوا لہذا اور آگے تحصیل علم کا خیال چھوڑ دیا۔ اور سوچنے لگا کہ کیا کرنا چاہئے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ گھر سے وہ آسودہ حال تھا اور اس لئے محمد حسین کو تلاشِ معاش کی چنداں ضرورت نہ تھی +

محمد حسین اکثر مولویوں اور دیگر عُلماء کی صحبت میں رہتا تھا۔ قرآن اُسے اچھی طرح یاد تھا۔ اور دیگر مذاہب کا بھی کچھ نہ کچھ علم اُس نے حاصل کر لیا تھا۔ فارسی اور عربی کی طرف اس کی طبیعت کا رُجحان ہُوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں خاصی لیاقت ان علوم میں حاصل کر لی۔ اب تو وہ طفلِ مکتب نہ رہا۔ جو چند ایک سال گذرے تھا۔ بڑے بڑے لائق اور مدبر لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا اور سب لوگ مولوی صاحب کہہ کے پکارنے لگے۔ اس کا بوڑھا باپ بھی اس کی اس قدر شہرت سُن کر دل ہی دل میں خوش ہوتا تھا اور اپنی ساری امیدوں کا مرکز اسی کو سمجھتا تھا +

محمد حسین اکثر ان لوگوں کا آگو ہوا کرتا تھا۔ جو مسیحی جماعتوں کے مخالف تھے۔ کبھی کبھی موقع پا کے یہ لوگ بیچارے مسیحی منادوں کو زدوکوب کرتے اور اکثر ان کے کام میں خلل ڈالا کرتے تھے۔ وہ مُدلّل گفتگو کرنے میں بڑا ہوشیار تھا۔ اور لوگ اپنے اِس مولوی پر بڑا فخر کرتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی کوئی مسیحی ان کو اپنے کام میں مشغول ملتا وہ دوڑ کے مولوی محمد حسین کو بُلا لاتے اور اس سے بھڑا دیا کرتے تھے۔ اس طرح گویا دو مینڈھوں کی ٹکریں ہوتیں اور یہ لوگ تماشا دیکھتے تھے۔ اور جب کسی مناد سے محمد حسین کے سوالوں کا جواب نہ بن پڑتا تو یہ

سب تالی بجاتے اور ہُو ہا مچاتے تھے۔ اس طرح یہ کام کچھ عرصہ تک ہوتا رہا۔
پر ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ ایک بڑے قصبے میں بازار میں منادی ہو رہی تھی۔ کئی
ایک مسیحی مناد وہاں کھڑے تھے اور ایک کثیر جماعت سننے والوں کی وہاں
اُن کے سامنے موجود تھی۔ محمد حسین اور اُس کے ساتھی بھی آموجود ہوئے۔ اور
منادی میں گڑبڑی ڈالنی شروع کی۔ جب یہ منادکو بہت ہی دق کرنے لگے۔ تو وہ
خاموش ہوگیا۔ محمد حسین کے ساتھیوں نے فوراً یہ تجویز پیش کی کہ ہم چاہتے ہیں
کہ آپ سب مسیحی صاحبان ہمارے مولوی صاحب سے بحث کریں اور اگر
اِن کے سوالوں کا جواب آپ سے خاطر خواہ نہ بن پڑے۔ یا بحث میں ہار جائیں
تو آپ سب کو مسلمان ہونا پڑیگا۔ منادوں نے یہ دیکھ کے کہ ان سے کسی طرح
پیچھا نہ چھُٹیگا۔ کہا کہ اچھا ہم آپ کے مولوی سے بحث کرنے کو تیار ہیں۔ پر چونکہ
اب شام ہوئی اور وقت نہیں۔ ہم کل چار بجے شام کو یہاں حاضر ہونگے۔ آپ کو
جو جو سوال کرنے ہیں لکھ لائیں۔ اس پر محمد حسین اور اُس کے ساتھی قہقہے مارتے
ہوئے اُس شام کو گھر گئے اور دوسرے روز وقت مقررہ پر بازار کے بڑے چبوترے پر
حاضر ہوئے۔ ایک کثیر جماعت اس مباحثے کو سننے کے لئے وہاں موجود تھی۔
ایک طرف بائبل رکھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف قرآن۔ ایک طرف محمد حسین اور
اُس کے ساتھی بیٹھے اور دوسری طرف مسیحی مناد۔ اب تک ایسے بھاری مباحثے
میں کبھی محمد حسین شریک نہ ہوا تھا۔ پر تو بھی اسے اور اُس کے ساتھیوں کو کامل امید تھی
کہ مولوی محمد حسین ہی جیتیں گے۔ اور تب ہم ان مسیحیوں کا خوب ہی تمسخر کرینگے۔
انتظام معقول کیا گیا۔ کتنے سپاہی پولیس کے بھی وہاں حاضر تھے +

# روزِ اوّل کی بحث

ٹھیک چار بجے شام کو یُوں بحث شروع ہوئی:۔

**مناد**۔ جناب مولوی صاحب آپ جانتے ہیں کہ
مذہبی باتوں پر گفتگو کرنا کوئی ہلکی بات نہیں۔ لہذا میں شروع کرنے سے پیشتر چند ایک باتیں پیش کرتا ہوں جن پر عمل کرنا لازم ہوگا +

**مولوی**۔ فرمایئے۔

**مناد**۔ اولاً تو آپ سے میری عرض یہ ہے۔ کہ جو کچھ آپ کو مسیحی مذہب کی بابت دریافت کرنا ہے۔ وہ اس غرض سے نہ ہو کہ آپ ہم مسیحی منادوں کی لیاقت کو جانچیں میں نے دیکھا ہے۔ کہ کتنے لوگ مسیحیوں کو خواہ مخواہ اس غرض سے چھیڑتے ہیں کہ اگر ان سے ٹھیک جواب نہ بن پڑے۔ تو لوگوں کے سامنے اُن کی ہنسی ہو +

منّاد کی اس بات نے مولوی اور ان کے ساتھیوں کی دلی حالت کو آشکارا کر دیا۔ کیونکہ اِن کی غرض بحث مباحثہ سے ہمیشہ یہی ہوا کرتی تھی۔ کہ مسیحی منادوں کی ہنسی ہو لیکن کم از کم مولوی کے دل میں تو یہ بات چبھ گئی۔ اور اُس نے غور کر کے کہا کہ

**مولوی**۔ خدا نہ کرے کہ ایسا خیال میرے دل میں آئے۔

**مناد**۔ دوم میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ سچ مچ راستی کے متلاشی ہو کے ہم سے سوال کیجیے۔ اور کسی طرح کے تعصّب کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیجئے +

مناد کا یہ دوسرا تیر بھی مولوی کے گہرا لگا۔ کیونکہ تعصّب تو اُس کی رگ رگ میں کوٹ کے بھر دیا گیا تھا۔ شروع ہی سے وہ مسیحی مذہب کی طرف سے متعصب تھا۔ خدا کے رُوح نے اُس کے دل میں ایسا کام کیا۔ کہ اُسے معلوم ہونے لگا۔ کہ

مناد گویا اُس کے دل کی ساری حقیقت سے واقف ہے۔ بات چیت کرنے سے پہلے اُسے اِن دو شرطوں پر بڑا غور کرنا پڑا۔ بار بار اُس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا انجیلی باتیں سچ ہیں۔ اور کیا میں اب تک غفلت میں رہا۔ اُس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کے صاف دلی سے ان لوگوں سے بات چیت کرونگا۔ سو اُس نے ذرا ٹھیر کے بغور کہا۔

**مولوی** ہاں آپ کا یہ کہنا ٹھیک ہے۔ مَیں دراصل سچائی کی تحقیق میں ہوں۔ علاوہ ازیں ہم اور آپ تو ایک ہی ہیں۔ ہم بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ایک بڑا نبی مانتے ہیں۔ صرف فرق ہے تو یہ کہ چند مسائل آپ کے مذہب میں ایسے ہیں جو کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے اور قرآن شریف ان کی تائید نہیں کرتا۔

**مناد**۔ جی نہیں۔ فقط یہی نہیں۔ پر آپ کے مذہب میں اور ہمارے مذہب میں بڑا بھاری اختلاف راہِ نجات میں ہے۔

**مولوی**۔ فرمایئے وہ کیا ہے؟

**مناد**۔ دیکھئے آپ محمد صاحب کو نبی مان کے کہتے ہیں۔ کہ صرف انہی کے ذریعے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ مہربانی کر کے قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھئے جس میں کہ محمد صاحب نے منجی ہونے کا دعوےٰ کیا ہو۔

**مولوی**۔ یاد نہیں۔ پھر بتاؤنگا۔ لیکن حضرت محمد صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے شافی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

**مناد**۔ لیکن ہم محمد صاحب کو شافی تو کیا نبی بھی نہیں مانتے۔ وہ تو میری اور آپکی طرح انسان تھے۔ شافی صرف خداوند یسوع مسیح ہی ہے۔ اور سوائے اس کے دُنیا میں کوئی ایسا نام نہیں کہ جس کے ذریعے سے انسان گناہ اور گناہ کی سزا سے مخلصی پا سکے۔

**مولوی**۔ یہ تو زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ لیکن ہم کیسے جانیں۔ کہ کون ان میں سے سچا ہے آیا ہمارے حضرت یا آپ کے عیسیٰ مسیح؟

ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارا ہی مذہب سچا ہے۔ اس کی تعلیمات اور مسائل بھی راست و درست ہیں۔ چنانچہ جب حضرت یسوع ابن مریم آخری وقت میں آسمان سے اُترینگے۔ تو اُن سب کو جو محمدی دین کے منکر رہے ہیں۔ وہ مسلمان کرینگے اور تب مدینے میں حضرت یسوع مسیح دفن کئے جائینگے۔ آخر میں دین محمدی ہی قائم رہیگا +

**مناد**۔ یہ جاننا کہ کونسا مذہب سچا ہے اور درست۔ کوئی مشکل بات نہیں اس کی جانچ ہم آسانی سے کر سکتے ہیں +

**مولوی**۔ آپ ضرور بتایئے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں +

**مناد**۔ جناب مولوی صاحب آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ دنیا میں بہت مذہب اور مذہبی شاخیں ہیں اور ہر ایک کی تعلیم اور مسائل جدا جدا ہیں۔ ایک کے اصول دوسرے کے خلاف ہیں۔ ہندو مذہب راہِ نجات کچھ اور ہی بتاتا ہے۔ آپ کا کچھ اور ہے۔ اور میرا کچھ اور ہی ہے۔ اور ان سب کی تعلیمات مختلف ہیں +

**مولوی**۔ جی ہاں میں مانتا ہوں۔ کہ طرح طرح کے مذاہب اس دنیا میں ہیں

**مناد**۔ لیکن عقل سلیم یہ صاف گواہی دیتی ہے۔ کہ یہ سب کے سب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اگر اُسی واحد خدا کی طرف سے ہوتے تو پھر یہ ایک دوسرے کی مخالفت کیوں کرتے؟ سب کی تعلیم ایک ہی سی ہونی چاہئے کیونکہ ایک ہی خدا ہے +

**مولوی**۔ یہ ٹھیک ہے۔ سچا مذہب تو ایک ہی ہے۔ اور وہ محمدی مذہب

ہے۔اسی کے پیرو ہونا ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ لہٰذا آپ بھی محمدی ہو جایئے۔
مولوی محمد حسین کی یہ بات سُن کے اِن کے ساتھیوں اور دیگر مسلمانوں نے جو اس وقت موجود تھے۔ قہقہہ مارا۔ اور کسی نے بھیڑ میں سے چلا کے کہا "ان عیسائیوں کو جلد مسلمان کر لو۔"
**مناد** (قہقے کا کچھ خیال نہ کر کے) اچھا جناب مولوی صاحب تو پھر میرے اور آپ کے بیچ یہی فیصلہ باقی رہا۔ کہ آپ راہِ راست پر ہیں یا میں۔
**مولوی**۔ جی ہاں۔ آپ یہی ثابت کر دکھایئے؟
**مناد**۔ اس کے شمول میں یہ بھی سمجھنا چاہئے۔ کہ اگر اس تمام گفتگو و جستجو کے بعد مجھ پر یا آپ پر یہ آشکارا ہو جائے۔ کہ دونوں میں سے ایک غلطی پر ہے۔ تو اس کا فرض یہ ہوگا۔ کہ فوراً اپنی غلطی کو محسوس کر کے راہِ راست پر آجائے۔ اور اپنی اُس بڑی غلطی کو سب سامعین کے سامنے قبول کر کے اُسکی معافی خداوند کریم سے مانگے۔ کتنے ہیں جو اپنی غلطی کے قائل ہیں لیکن پھر بھی وے اُسی میں مبتلا رہتے ہیں +
**مولوی**۔ اس میں کیا شک ہے جب اپنی غلطی کو معلوم کیا تو اس میں سے نکلنا ضروری امر ہے۔ یہ تو شرط ہم پہلے ہی آپ سے لگا چکے ہیں۔ کہ جب ہم آپ کو دینِ اسلام کا قائل کر دینگے۔ تو آپ سب صاحبان کو کلمہ پڑھنا پڑیگا۔ دیکھئے ہم آپکو راہِ راست پر لائے +
اس کے بعد مسلمانوں نے خوب من مانے قہقہے مارے۔ کوئی کوئی بھیڑ میں کہتا ہُوا سنائی دیتا تھا۔ کہ "جناب مولوی صاحب ہیں کہ ہنسی ٹھٹھا ہے۔ ان کے سامنے ان عیسائیوں کی کیا مجال ہے۔ قریب دو تین منٹ تک بھیڑ میں ذرا گڑبڑی مچی رہی۔ اور پھر گفتگو شروع ہوئی۔ منادوں نے مسلمانوں کی بات کا

کچھ خیال نہ کیا ہو وے خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ وے اپنے دل میں کہتے تھے کہ انہیں تھوڑی دیر اسی طرح خوش ہو لینے دو۔ آخر خداوند یسوع مسیح کے نام کو جلال اور بزرگی ہو گی۔ وہ اونچا کیا جائیگا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف کھینچیگا +

**مناد**۔ اچھا جناب مولوی صاحب۔ اب میں آپ کو سچے مذہب کی جانچ تبلاتا ہوں +

**مولوی**۔ معاف کیجئے۔ پہلے آپ ہمارے دو چار سوالوں کو حل کر دیجئے تب ہم آپ کی اس بارے میں سنینگے۔ کہ سچے مذہب کی جانچ کیا ہے +

**مناد**۔ ہم بخوشی آپ کے سوالوں کو حل کرنے کی کوشش کرینگے۔ لیکن چونکہ اب چھ بج چکے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آج اب ہم سب رخصت ہوں۔ اور کل پھر چار بجے شام اسی مقام پر حاضر ہونگے۔ آپ اپنے سوالوں کو لکھ لائیے۔ اور ہم یکے بعد دیگرے اُن کو حل کرنے کی کوشش کرینگے۔ آپ تمام صاحبان کل پھر ضرور تشریف لائیے۔ آج کی گفتگو نہایت دلچسپ تھی۔ اور کل کی گفتگو سے ہم سب ضرور محظوظ ہونگے +

**مولوی**۔ اچھا ہاں۔ اب نماز کا وقت بھی ہے۔ اور ہم اور آپ دونو تھک گئے ہیں۔ کل شام چار بجے ہم یہاں پھر حاضر ہونگے۔ آداب عرض +

**مناد**۔ تسلیمات عرض۔

ان حاضرین کا شمار دو تین سو سے کم نہ ہوگا۔ جب یہ لوگ جانے لگے۔ تو کوئی شور مچاتا کوئی للکارتا کوئی کہتا تھا کہ مولوی صاحب نے اِن پادریوں سے اچھی بحث کی۔ یہ اِن کو ضرور ہرا دینگے۔ ایک عالم شخص ہیں۔ ان کے سامنے کون کھڑا رہ سکتا ہے۔ کوئی کہتا اجی جناب ایسے کتنے ہی عیسائیوں کو وہ چپ کرا چکے ہیں۔ جو ہو سو ہو آج کی بات چیت بڑی دلچسپ تھی۔ انشاء اللہ مولوی صاحب کل

ایسے سوال پیش کرینگے۔ کہ جن میں سے ایک کا بھی جواب عیسائیوں سے نہ بن پڑیگا۔ ہندوؤں کا خیال زیادہ تر یہ تھا۔ کہ مولوی ہار جائیگا۔ یہ عیسائی بڑے ہوشیار رہیں۔ یہ قرآن سے بھی خوب واقف ہیں۔ کل ضرور آنا۔ دیکھیں کل کیا ہوتا ہے" ؛

ایسی ایسی باتوں اور شور وغل کے بیچ مناد بھی اپنے مکان کو گئے۔ جہاں پہنچ کر سب نے مِل کے خدا باپ کا شکر کیا اور آنے والے دن کے لئے طاقت اور فضل مانگا۔ مناد تو یہ بھروسہ رکھتے ہوئے کہ کل خدا ضرور مدد کر کے اپنا جلال اور بزرگی ظاہر کریگا سو رہے۔ لیکن مولوی کے دل میں ایک عجیب بے چینی تھی جس کو نہ تو اس نے اپنے ساتھیوں پر ظاہر کیا۔ اور نہ خود ہی اُسے سمجھ سکتا تھا۔ یہ تو خدا کی رُوح تھی۔ جو اُسے بےچین کر رہی تھی۔ خدا نے اُسے اپنے کام کے لئے چن لیا تھا اور وہ اُسے اُس بڑی تبدیلی کے لئے تیار کر رہا تھا۔ جو اس میں واقع ہونے والی تھی۔ مولوی کھانا وغیرہ کھا کے خوابگاہ کو گیا پر نیند نہ آئی۔ اس کی بی بی بھی اس کے چہرے کو دیکھ کے حیران تھی۔ رات کو چارپائی پر پڑے پڑے بار بار یہ خیال اس کے دل میں آتا تھا۔ کہ کیا ہو سکتا ہے کہ مسیحی مذہب ہی سچا ہے۔ جس کی میں نے اب تک سخت مخالفت کی ہے۔ کیا وہ آئت جو مشن سکول کا ماسٹر بار بار لڑکوں کو سکھاتا تھا سچ ہوگی کہ "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا۔ کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا کہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے؟" لیکن خدا کا بیٹا ہونا کہاں ممکن ہے۔ یہ بات تو میں مان نہیں سکتا ضرور کچھ تو ردّ و بدل عیسائیوں نے اس میں کی ہے ؛

ایسے ایسے خیالوں میں محمد حسین نے رات کاٹی۔ دن بھر بھی یہی باتیں اس کے دماغ میں گونجتی رہیں۔ اب چار بجے کا وقت نزدیک آیا ہے اور ہم روزِ دوم کی بحث کو سنینگے ؛

# روزِ دوم

وقتِ معین پر مولوی محمد حسین اور اس کے ساتھی چبوترے پر ایک طرف آ بیٹھے۔ اور مسیحی منادبھی اپنے وعدہ کے مطابق حاضر ہو گئے۔ آج تو کل سے بھی زیادہ بھیڑ چبوترے کے آس پاس موجود تھی۔ جس میں ہندو مسلمان سب ہی ذات کے لوگ تھے۔ لوگوں میں ایک بے چینی سی معلوم ہوتی تھی۔ وے بےچینی سے راہ دیکھ رہے تھے۔ کہ دیکھیں آج مولوی صاحب کیا کیا سوال کرتے ہیں اور دیکھیں ان پادریوں سے کیسے کیسے جواب بن پڑیں۔ ٹھیک چار بجے مسیحی منادوں میں سے فضل مسیح اُٹھ کے کھڑا ہوا۔ کیونکہ آج اس ہی کی باری تھی۔ کہ محمد حسین سے سوال و جواب کرے۔ فضل مسیح کے والد صفدر علی ایک عالم مولوی تھے۔ قریب آدھی عمر میں اُنہوں نے مسیحی مذہب کی صداقت کو دیکھا۔ اور محمدی دین کو چھوڑ کے مسیح کے پیرو ہو گئے۔ فضل مسیح کا مسلمانی نام فضل اللہ تھا۔ لیکن بپتسمے کے وقت فضل مسیح رکھا گیا۔ وہ اس وقت قریب سولہ برس کا تھا۔ اور قرآن کو ختم کر چکا تھا۔ عربی۔ فارسی کا علم بھی اچھا خاصہ حاصل کر لیا تھا اور انگریزی بھی کچھ سیکھ لی تھی۔ مسیحی ہونے پر یہ ایک مشن سکول میں بھیجا گیا اور کچھ عرصہ وہاں تعلیم پا کے مدرسۂ علمِ الٰہی کا کورس ختم کیا۔ اب وہ ایک لائق مناد بن گیا تھا۔ اور مولوی محمد حسین کے مقابل میں خم ٹھوک کے اُس زبردست پہلوان کی مانند جو اکھاڑے میں رنگ دکھانے کو تیار ہو۔ کھڑا ہو گیا اور بولا +

**فضل مسیح**۔ اچھا جناب مولوی محمد حسین صاحب۔ اب وقت ہے کہ ہم آپکے سوالوں کو سنیں۔ آپ کا پہلا سوال کیا ہے؟

**مولوی۔** آپ مہربانی سے یہ تو بتایئے کہ آپ لوگ حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہیں۔ کیا خدا بھی جورو اور اولاد رکھتا ہے ؟

اس پر کتنے لوگ ذرا مسکرائے اور مناد وں کی طرف دیکھنے لگے۔ گویا کہتے تھے کہ دیکھیں کیا جواب دیتے ہو +

**فضل مسیح۔** خدا کا بیٹا ایک محاورہ ہے۔ عبرانی لوگ کسی شخص کو اُس صفت کا بیٹا کہتے تھے۔ جو اس کی زندگی میں خاص طور پر نمایاں ہوتی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس یہوداہ ہلاکت کا بیٹا کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہلاکت سے بھرپور تھا۔ برنباس تسلی کا بیٹا کہلاتا ہے کیونکہ تسلی کی صفت اس میں نمایاں تھی۔ شیخ سعدی صاحب مسافر کو راہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ لہٰذا مسیح خدا کا بیٹا اس لئے کہلاتا تھا کہ الوہیت اسکی زندگی میں خاص طور پر نمایاں تھی۔ یعنی مسیح اس صفت کا بیٹا یا خدا کا بیٹا ہُوا اسی طرح مسیح سلامتی کا شہزادہ بھی کہلاتا ہے۔ اسی محاورے کے مطابق دو بھائی یعقوب اور یوحنا ابنِ رعد کہلائے +

علاوہ ازیں آپ انجیل کو برحق مانتے ہیں کہ نہیں ؟

**مولوی۔** ہاں۔ فرمایئے

**فضل مسیح۔** تو جب انجیل ہی میں یہ لکھا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ تو انسان کون کہ چون و چرا کرے ؟

**مولوی۔** جی ہاں۔ یہ تو درست ہے۔ لیکن انجیل کی بابت بھی تو اعتراض ہے +

**فضل مسیح۔** وہ کیا ؟

**مولوی۔** ہم لوگ اصلی انجیل کو برحق مانتے ہیں بیشک لیکن یہ انجیل جو آجکل رائج ہے۔ نقلی ہے اور اس لئے ہم کو اس کی شہادت سے دلجمعی نہیں ہو سکتی +

**فضل مسیح۔** بیشک نقلی تو ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ یہ وہی جلد ہو۔ جو اُس کے

کاتبوں نے لکھی۔ وہ تو صرف ایک ہی جلد ہو گی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مجلّد بھی نہ تھی۔ الگ الگ جز تھے اور بعد کو ایک جلد میں کی گئی۔ اور اب اس کی کروڑوں اربوں۔ کھربوں جلدیں چھپ گئی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں یونانی زبان میں تھیں۔ اب سینکڑوں زبانوں میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں۔ اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا قرآن شریف بھی تو نقلی ہے۔ قرآن کی بابت آپ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شروع ہی سے آسمان میں تختی پر لکھا ہوا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً خدا نے جبرائیل فرشتے کے ذریعے ایک ایک جزو کر کے محمد صاحب پر نازل کیا۔ اس کے مطابق اصلی قرآن تو خدا کے تخت پر رہا۔ اور یہ جو آپ لوگوں کے پاس ہے۔ اس کی نقل ہے۔ پھر چھاپے خانوں میں بائیبل کی طرح اس کی بھی نقلیں ہوتی رہتی ہیں +

**مولوی**۔ نقلی سے میرا مطلب یہ ہے کہ جو انجیل حضرت عیسےٰ پر نازل ہوئی تھی۔ وہ یہ نہیں ہے۔ جو آپ لوگوں کے پاس ہے۔ آپ لوگوں نے اس میں ردّو بدل کر ڈالی۔ اور اپنے مطلب کی باتیں درج کریں۔ لہٰذا جو انجیل اب آپ کے پاس ہے وہ تحریف شدہ ہے۔ یہ بات عام طور سے ہم لوگ جانتے ہیں اور ایک زمانے سے چلی آئی ہے۔ ایسی انجیل کی شہادت کو آپ ہی کہئے کہ ہم کیونکر مان سکتے ہیں +

ہمیں آپ لوگوں پر نہایت ہی افسوس معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب آپ لوگوں کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔ کہ جس کو ہم الٰہی کہہ سکیں۔ آپ لوگ بھی صاحب کتاب تھے۔ لیکن سب کچھ اپنے آپ ہی بگاڑ بیٹھے +

علاوہ اس کے ایک اور بات بھی رائج ہے کہ جو انجیل حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی وہ تو انہی کے ساتھ آسمان کو چلی گئی۔ اب انجیل ہے کہاں آپ کے پاس؟ جو ہے سو سب بناوٹی بات ہے۔ یہ دونوں اعتراض معقول ہیں جو ہم ہی کیا

تمام دُنیا کے مسلمان کرتے ہیں اور ضرور دونوں میں سے ایک تو ٹھیک ہوگا۔ یا تو یہ کہ انجیل آپ کے پاس ہے ہی نہیں کیونکہ وہ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہی گئی۔ یا یہ کہ جو ہے سو تحریف شدہ اور بے اعتبار ہے۔ لہذا اس کتاب سے حوالے دینا فضول ہے۔ اس کو مانیگا کون؟

**فضل مسیح**۔ آپ کے دو اعتراض ہیں اوّل ہم اس کا فیصلہ کرینگے کہ انجیل خداوند یسوع کے ساتھ گئی یا کہ یہاں ہے۔ دوم یہ کہ اگر ہے تو کیا اُس کا تحریف کیا جانا ممکنات میں سے ہو سکتا ہے ✦

آپ کے پہلے اعتراض کے جواب میں بہت سی باتوں میں سے میں اس وقت چند ایک پیش کرتا ہوں۔ صاحبان سنئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ انجیل یہاں ہے ہی نہیں کیونکہ وہ یسوع مسیح کے ساتھ آسمان کو چلی گئی۔ قرآن یا حدیث میں یہ بات کہیں پائی نہیں جاتی۔ یہ صرف مسلمانوں کا کہنا ہے جس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے ✦

(۲) انجیل کی وہ باتیں جو یسوع مسیح نے سکھائیں اور اپنی زندگی میں عملی طور سے ظاہر کیں۔ مسیح کے آسمان کو جانے کے وقت تک مکمل طور پر لکھی نہ گئی تھیں پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ یسوع مسیح انجیل کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ اگر یہی بات ہم قرآن کی بابت کہیں۔ تو آپ یہی دلیل پیش کرینگے کہ واہ یہ کیسی ہنسی کی بات ہے۔ محمد صاحب کی موت تک قرآن تو جمع کیا ہی نہ گیا تھا۔ اُسے محمد صاحب اپنے ساتھ کیسے لے گئے ✦

(۳) ہمیں یہ سُن کے خوشی ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ انجیل مسیح پر نازل ہوئی اور قرآن کہتا ہے۔ کہ انجیل خدا نے انسان کی روشنی اور راہنمائی کے لئے دی (دیکھئے سورہ ۵۔ المائدہ۔ ۵۰۔ اور ۳۔ آل عمران ۲) اب آپ ہی خیال فرمائیے

کہ جب انجیل انسان کی روشنی اور راہنمائی کے لئے دی گئی - تو خدا جو عالم الغائب ہے جانتا ہے کہ انسان تو زمین پہ ہیں نہ کہ فردوس میں - لہذا ہو نہیں سکتا کہ وہ انجیل کو جو انسان کے لئے ہے آسمان پہ بھیج دے +

(۴) سب جانتے ہیں کہ محمد صاحب یسوع مسیح سے ۶۰۰ برس بعد آئے اور اُنہوں نے بار بار انجیل کی باتوں کا بیان کیا - اور انجیل کے ماننے والوں کو اہلِ کتاب کہا جس سے صاف ظاہر ہے - کہ انجیل اس وقت یعنے ۶۰۰ء میں موجود تھی - اب ہم آپ کے دوسرے اعتراض کی طرف رجوع ہوتے ہیں - کہ کیا انجیل تحریف ہو گئی ہے +

دیکھئے - جناب مولوی صاحب - خدا کی کتاب میں ردّ و بدل کرنا کوئی ہلکی بات نہیں - یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ بڑا بھاری گناہ ہے اور اس کی سزا بہت بھاری ہے +

**مولوی** - بیشک - یہ بہت بھاری بات اور کبیرہ گناہ ہے جس میں آپ لوگ پڑ گئے ہیں - (مسلمان یہ سُن کے خوب ہنسے) +

**فضل مسیح** - علاوہ ازیں یہ بھی لازمی بات ہے کہ جب یہ جُرم اتنا بھاری ہے - تو کسی کے اوپر اس کو قائم کرنیکے لئے ثبوت بھی بڑا پختہ ہونا چاہیئے +

**مولوی** - اس میں کیا شک ہے - چاروں طرف ثبوت ہی ثبوت موجود ہے +

**فضل مسیح** - ایک بات اور بھی بتلا دیجئے - کہ زیادہ تر مسیحی لوگ راست گو - خدا پرست اور خدا ترس ہیں کہ نہیں -

**مولوی** - ہاں یہ بات تو مانی ہوئی ہے +

**فضل مسیح** - تو پھر آپ دیکھئے کہ کتنا بھاری جُرم آپ ایسے عزّت دار لوگوں پر لگاتے ہیں - اب اس کو قائم کرنے کے لئے بڑا ہی زبردست ثبوت آپ کو

پیش کرنا ہے۔ اب آپ ثابت کیجئے۔ اگر یہ نقلی ہے تو کیا آپ کے پاس اصلی ہے جس سے آپ اس کا مقابلہ کرکے کہتے ہیں +

**مولوی**۔ کیا یہ ممکن ہے کہ سب مسلمان غلطی پر ہوں؟ ثبوت یہی ہے کہ سب مسلمان یہ کہتے ہیں یہ بات کوئی ہم نے اپنے دل سے تو بنا ہی نہیں لی۔ مدتوں سے یہ روایت چلی آئی ہے +

علاوہ اس کے ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اس اصلی انجیل میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی بابت تھیں اُن کو آپ لوگوں نے اس میں سے نکال ڈالا۔ کیونکہ اس انجیل میں ہم اُنہیں نہیں پاتے +

**فضل مسیح**۔ یہ کہنا کہ سب مسلمان غلطی پر ہو سکتے ہیں کوئی دلیل نہیں علاوہ ازیں یہ کہنا درست بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سب مسلمانوں کا کہنا یہ نہیں ہے۔ قدیم مسلمان مفسروں میں بہت ایسے ہوئے ہیں جن کی یہ رائے تھی کہ انجیل تحریف نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً امام محمد اسمٰعیل بخاری۔ امام فخر الدین رازی۔ شاہ ولی اللہ وغیرہ اور آجکل بھی ہندوستان کے ذی علم مسلمان یہی کہتے ہیں کہ انجیل محرف نہیں۔ لیکن اگر سب مسلمان انجیل کے خلاف اس معاملے میں ایک رائے بھی ہوتے۔ تو اُن کا محض ایسا ہونا کوئی دلیل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور آج تک کسی نے کوئی ثبوت دیا نہیں ہے +

**مولوی**۔ کیا اور کوئی دلیل آپ کے پاس نہیں ہے؟ اس سے ہمیں تسلی نہیں +

**فضل مسیح**۔ ہم بہت اور دلیلیں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ بھلا یہودیوں اور مسیحیوں کا انجیل میں تبدیلی کرنے سے کیا مقصد ہو سکتا تھا؟ مکاشفات کی کتاب کے ۲۲ باب کی ۱۸ و ۱۹ آیت میں ایک سخت سزا اس کی بابت لکھی

ہے۔ بھلا خواہ مخواہ کون اپنے اوپر ایسی بھاری سزا کو دیدہ ودانستہ لیگا؟
**مولوی**۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ایسا کرنے میں اُن کا مقصد یہ تھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت جتنی نبوتیں بائبل میں تھیں انہیں نکال ڈالیں ایسا ہی انہوں نے کیا +
**فضل مسیح**۔ یہ کیوں؟ ایسا کرنے سے انہیں کیا پانے کی اُمید تھی۔ اگر محمد صاحب کی بابت نبوتیں بائبل میں تھیں۔ تو اُنہوں نے اُسے قبول کیوں نہیں کیا؟ مسلمان ہو جانے سے تو انہیں فائدہ ہوتا۔ کیونکہ جب مسلمانوں نے سیریا۔ فارس فلسطین۔ مصر اور دیگر ملکوں کو فتح کیا تو لُوٹ کا حِصّہ انہیں بھی ملتا۔ سچ تو یہ ہے کہ اُن نبوتوں کا بائبل میں شریک کرنا ممکن تو تھا پر نکالنا نہیں۔ مسلمان ہونے سے وے اُن تمام مصیبتوں سے بچتے۔ جو ان پر محمد صاحب اور اُن کی اُمت کے ہاتھ سے آئیں +

علاوہ بریں یہودی اور مسیحی محمد صاحب کے وقت میں یا بعد کو بائبل میں کچھ ردّ وبدل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تو بائبل کی جلدیں دُور دُور پھیل گئی تھیں اور اس وقت یہودی اور مسیحی بھی یورپ۔ ہندوستان۔ فارس۔ میسوپوتامیہ۔ آرمینیا۔ ایشیائے کوچک۔ سیریا۔ فلسطین۔ عرب۔ حبش۔ مصر۔ افریقہ وغیرہ میں پھیل گئے تھے۔ لہذا کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ وے سب کے سب جمع ہو کے بائبل کی سب جلدوں میں تبدیلی کریں اور اس بارے میں متفق الرائے ہوویں اور اگر وے بغیر اتفاق رائے کے ایسا کرتے تو دوسرے فوراً اُن کی سازش کو فاش کر دیتے +

ہم دلیل پر دلیل اس بارے میں دے سکتے ہیں۔ دیکھئے آجکل جو سب سے قدیم بائبل کی جلدیں ہیں وہ چار ہیں اور لندن سینٹ پیٹرسبرگ۔ روم اور پیرس

میں پائی جاتی ہیں۔ یہ محمد صاحب سے قریب ۳-۲ سو سال قبل کی ہیں۔ یہ چاروں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ اور ان کا مقابلہ دوسری نقلوں اور ترجموں سے کیا گیا ہے۔ اور کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اور کتنی دلیلیں ہیں جن سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انجیل نقلی نہیں۔ پر بلا تحریف اصلی ہے +

**مولوی**۔ خیر یہ بات تو اب یہاں تک ہوئی۔ سبھوں نے ہماری اور آپ کی باتوں کو سنا۔ وے خود فیصلہ کر سکتے ہیں اور جو بات ہے سو سب کے سامنے ظاہر ہی ہے۔ اب رخصت ہونے کا وقت آیا۔ ابھی کئی ایک سوال ہیں اور کرنے ہیں۔ سو کل ہم یہیں چار بجے شام کو ضرور ہونگے +

**فضل مسیح**۔ ٹھیک ہے۔ ہم کل پھر آئینگے۔ آپ سب صاحبان بھی تشریف لایئے اور اپنے دوستوں کو ہمراہ لیتے آیئے۔ آداب عرض +

**مولوی**۔ تسلیم۔

روزِ دوم کی باتیں سُن کے مولوی اپنے دل ہی دل میں قائل اور پریشان اپنے گھر کو گیا۔ اور مسلمانوں کو چھوڑ اکثر لوگوں کا یہی فیصلہ تھا کہ واہ۔ پادریوں نے اچھے دنداں توڑ جواب مولوی کو دیئے۔ دیکھئے کل کیا ہوگا۔ یہ عیسائی بڑے زبردست ہیں +

منادی بھی خدا کا شکر کرتے ہوئے گھر گئے۔ اس رات کو گھر گھر اس مولوی اور اُس کے ساتھیوں کے لئے دعا کی گئی۔ اب ہم کل روزِ سوم کی بہار دیکھیں گے +

---

# روزِ سوم

تیسرے روز حسب معمول طرفین۔ ایک طرف مولوی محمد حسین اور دوسری

طرف مسیحی مناد اسی چبوترے پر ٹھیک چار بجے فراہم ہوئے۔ اس مباحثے کی شہرت
تمام شہر میں پھیل گئی تھی۔ اور لوگوں کے جھنڈ کے جھنڈ چہار اطراف سے آ رہے
تھے۔ مسیحی منادوں کا دِل اس دَل کے دَل کو دیکھ دیکھ کے اُمنگ مار رہا تھا خاصکر
پادری پریم مسیح کا۔ کیونکہ آج کے دن خداوند یسوع مسیح کی عظمت و جلال ظاہر
کرنے کا بیڑا اِنہوں نے اٹھایا تھا۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے ناظرین کے سامنے آج کے
مباحث کی زندگی کا مختصر احوال پیش کرینگے۔ پریم مسیح کے والد جواہر لال ایک شریف
ہندو گھرانے سے تھے۔ جواہر لال اور ان کی بی بی دونوں ہندو دستوروں کو بڑی
جانفشانی سے مانتے تھے۔ کھانے کپڑے سے آسودہ حال تھے۔ کسی بات کی کمی
نہ تھی۔ لیکن ایک ہی بات کا رونا تھا۔ کہ گھر میں کوئی چراغ نہ تھا کہ جس سے اُن کا گھر
روشن ہوتا اور زندگی میں خوشی اور امید ہوتی۔ بہت دن تک کسی لال کے پیدا
ہونے کا انتظار رہا۔ لیکن جب آدھی ایک عمر گذر گئی۔ تو دونوں مایوس ہو گئے۔ ایک
دن بیٹھے بیٹھے اِن کے جی میں آیا۔ کہ اب اس طرح زندگی بسر کرنے سے کیا فایدہ
آؤ جیتے جی تیرتھوں کے درشن تو کریں۔ شاید اسی طرح ہمیں کوئی بچہ ملے۔ یہ جی میں
ٹھان کے اُنہوں نے اپنا سب سامان مکان وغیرہ بیچ ڈالا اور گیروا کپڑا پہن کے دونو
سادھو سادھنی بنکے تیرتھ یاترا کو نکل پڑے۔ بدری ناتھ۔ کدار ناتھ۔ پُشکر۔
پریاگ وغیرہ سب تیرتھوں کا پاؤں پیدل سفر کیا اور کبھی کبھی نہایت دُکھ اُٹھانا
پڑا۔ چلتے چلتے پیروں میں چھالے پڑ گئے صحت خراب ہو گئی اور جب سب تیرتھ
کر چکے۔ تو ایک پیسہ بھی گانٹھ میں نہ رہا۔ ان سب تیرتھوں میں اُنہوں نے بڑی
بڑی منتیں مانیں جن کا مطلب یہی تھا کہ کسی طرح ہمارے اولاد ہو کئی برس
اسی طرح بھٹکتے پھرے۔ لیکن کچھ امید نہ ہوئی۔ خیر آخر کو لاچار تھکے ماندے بے پیسہ
کوڑی۔ اپنے شہر کو واپس لوٹے۔ اور بڑے غریبانہ طور سے گذر کرنے لگے۔ اس کے

پانچ برس بعد ایسا ہوا۔ کہ ایک دن جواہر لال نے بازار میں ایک مسیحی کتب فروش سے دو پیسے میں ایک دھرم تلا خریدی۔ جس کو کئی روز تک بغور پڑھتا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کے نا امید رنجیدہ دل میں روشنی کی ایک کرن چمکی۔ جس نے اس کے دل کو امید اور خوشی سے بھر دیا۔ اس نے اپنی بی بی کو مسیحی مذہب کی بابت بتایا۔ اور دھرم تلا پڑھکر سنائی اور دونوں کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ مسیحی مذہب ہی سے ہمیں راحت و آرام حاصل ہوگا۔ وے ایک پادری کے پاس گئے اور تھوڑے دنوں میں اور تعلیم پا کے مسیحی ہو گئے۔ حسن اتفاق سے ایسا ہوا کہ اسی سال جواہر لال کی بی بی کو امید ہوئی۔ اور وقت پر ایک خوبصورت لال پیدا ہوا۔ جس کا نام پریم مسیح رکھا گیا۔ جوں جوں پریم مسیح بڑا ہوتا تھا۔ جواہر لال اور اس کی بی بی کا دل پھولا نہ سماتا تھا۔ ان کی زندگی امید اور خوشی سے بھر گئی تھی۔ اور ان کا اعتقاد یہی تھا کہ مسیحی مذہب کی یہ بخشش ہے۔ پریم مسیح ایک محنتی اور ہوشیار لڑکا بنا اور اپنے بہن بھائیوں سے بڑی الفت سے پیش آتا تھا۔ کیونکہ جواہر لال کے گھر اب چار بچے دس سال کے اندر ہو گئے تھے۔ گھرانا بڑا تھا اور غریب تھے۔ تو بھی زندگی بڑی خوشی سے بسر کرتے تھے۔ پریم مسیح روز روز سکول کو جاتا تھا اور پڑھنے لکھنے میں بڑی محنت کرتا تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں اس نے مڈل پاس کیا۔ لیکن چونکہ اس کے ماں باپ غریب تھے۔ اسے سکول چھوڑ کے نوکری کرنی پڑی۔ یہ دن بھر کام کرتا اور رات کو پڑھا کرتا تھا۔ لیکن بیچارے کی اتنی آمدنی نہ تھی۔ کہ ایک اچھا لیمپ جلا کے پڑھ سکتا۔ سو وہ اپنی بغل میں کتابیں دبا کے سڑک پر جو لا ہے کی سرکاری گیس بتی کے نیچے جا کھڑا ہوتا تھا اور کئی کئی گھنٹے وہاں کھڑا کھڑا پڑھتا رہتا تھا۔ ایسی سخت محنت کر کے پریم مسیح بہت ہوشیار ہو گیا۔ پادری صاحب نے اسے ہوشیار محنتی اور ہونہار دیکھ کے مدرسہ علم الٰہی میں بھیج دیا۔ اور وہاں کا

کورس ختم کر کے ایک زبردست منادبن گیا۔ آج ہم اس شخص کی تقریر کو سنینگے +
پریم مسیح۔ اچھا کہئے جناب مولوی محمد حسین صاحب آج آپ کا سوال کیا ہے؟
سب حاضرین خاموشی سے کان لگا کر سنیں +
مولوی۔ کل ہمارا سوال انجیل کی تحریف کے بارہ میں تھا۔ خیر اب ہم اس کی بابت اور کچھ نہ کہینگے۔ جو ہے سو ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ آپ جو بار بار انجیل سے حوالے پیش کرتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ کیونکہ انجیل تو منسوخ ہو چکی ہے شروع میں توراۃ کی پانچ کتابیں حضرت موسٰی پر نازل ہوئیں اور یہ کتابیں حضرت داؤد پر زبور کے نازل ہونے سے منسوخ ہوگئیں اور بعد کو زبور انجیل کے حضرت عیسٰی پر نازل ہونے سے منسوخ ہوئی۔ اسی طرح انجیل قرآن کے نازل ہونے سے منسوخ ہوگئی۔ اب اس کی شہادت بے سود ہے۔ اب تو ہمارے پاس قرآن ہے اور اسی کو ماننا آپ کا اور ہمارا فرض ہے +
پریم مسیح۔ صاحبان سنئے۔ مولوی صاحب کا دعوےٰ آج یہ ہے کہ انجیل منسوخ ہوگئی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ جناب مولوی صاحب۔ کیا جو آپ کہتے ہیں وہ قرآن کے مطابق ہے؟
مولوی۔ بیشک۔ قرآن اس کا شاہد ہے +
پریم مسیح۔ کیا آپ قرآن میں سے ایک بھی آیت پیش کر سکتے ہیں۔ کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ قرآن کے آنے سے انجیل منسوخ ہوگئی ہے +
مولوی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت کوئی ایسی آیت یاد نہیں آتی +
پریم مسیح۔ کچھ عجب نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسی آیت ہے ہی نہیں۔ قرآن میں لفظ نسخ تحرف دو ہی دفعہ آیا ہے۔ اور دونوں مرتبہ انجیل کی بابت نہیں لیکن قرآن ہی کی آیت کی نسبت ہے۔ آپ کے علماء کی رائے ہے۔ کہ قرآن میں ۲۲۵ آیات

منسوخ کی گئی ہیں۔ قرآن میں کہیں یہ شہادت نہیں ملتی کہ انجیل منسوخ ہوگئی ہے۔ یہ صرف لوگوں کا خیالی پلاؤ ہے +

**مولوی۔** جی نہیں جناب یہ خیالی پلاؤ کی بات نہیں ہے۔ عقلاً ہم یہ جانتے ہیں کہ جس طرح زبور کے نازل ہونے سے توراۃ اور انجیل کے نازل ہونے سے زبور منسوخ ہوگئے۔ اسی طرح قرآن کے آنے سے انجیل منسوخ ہوگئی ہے۔ ہر کوئی اسے سمجھ سکتا ہے۔ اور زیادہ ثبوت کی کیا ضرورت ہے؟

**پریم مسیح۔** میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو۔ تو بُت پرستی مت کر۔ کیا یہ منسوخ ہوگئے ہیں؟

**مولوی۔** نہیں۔

**پریم مسیح۔** تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فایدہ نہ لے۔ تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد رکھ۔ کیا یہ منسوخ ہیں؟

**مولوی۔** نہیں۔

**پریم مسیح۔** یہ دس احکام میں سے چار ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں مثلاً تو اپنے ماں باپ کی عزت کر۔ خون مت کر وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ دس احکام منسوخ ہوگئے ہیں؟

**مولوی۔** نہیں۔ یہ تو اللہ تعالٰے کے احکام ہیں۔ یہ کیسے منسوخ ہوسکتے ہیں؟

**پریم مسیح۔** اگر نہیں تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ توراۃ منسوخ ہوگئی کیونکہ یہ تو توراۃ ہی میں ہیں +

قرآن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ محمد صاحب کے وقت میں توراۃ۔ زبور اور انجیل کی شہادت مانی جاتی تھی۔ (دیکھئے سورۃ ۲۔ البقر۔ ۱۳۰) مسیح نے صاف کہا کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ

کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی ۵:۱۷) سکول کو لڑکا پڑھنے کو جاتا ہے۔
شروع میں وہ پہلی کتاب شروع کرتا ہے۔ جب وہ ختم کرلیتا ہے تو دوسری
کتاب استاد اُسے دیتا ہے۔ اور جُوں جُوں وہ علم میں ترقی کرتا جاتا ہے
توں توں اُسے بڑی اور گہری کتابیں ملتی جاتی ہیں۔ پر دوسری کتاب پہلی کو منسوخ
نہیں کرتی بلکہ دوسری کی بنیاد اسی علم پر ہوتی ہے جو لڑکے نے پہلی میں حاصل کیا
اسی طرح خدا نے لوگوں کو رفتہ رفتہ توریت۔ زبور۔ نبیوں کے صحیفوں اور انجیل کے
ذریعے تعلیم دی۔ انجیل کے بعد اور کوئی الہامی کتاب اس قسم کی ہے نہیں۔ وہ سب
زمانوں کے لئے ہے اور آج بھی ہے +

**مولوی**۔ اس پر ایک بات اور غور طلب ہے بہت سے انبیا ہوئے ہیں۔ رسول بھی بہتیرے
ہر ایک نبی اور رسول اپنے اپنے وقت کے لوگوں کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا
دیکھئے پہلے حضرت موسیٰ کو اللہ تعالےٰ نے بھیجا۔ ان کے بعد حضرت داؤد آئے
انکے بعد سلیمان اور سلیمان کے بعد یحییٰ (یوحنا) بپتسمہ دینے والا اور پھر حضرت عیسیٰ اور پیغمبر
آخرالزمان حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس طرح سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ایک
دوسرے کو منسوخ کرتا آیا۔ اب سب جانتے ہیں کہ ہمارے نبی کے بعد اور کوئی
ہوا نہیں۔ لہٰذا وہی آخرالزمان ہیں اور انہی پر نبوت ختم ہے۔ وہی سب نبیوں پر
گویا مہر ہیں۔ جب ایک بادشاہ گذر جاتا ہے تو دوسرا اُس کی جگہ لیتا ہے۔ اور
پہلے کا دور دوران جاتا رہتا اور دوسرے کا آجاتا ہے۔ اسی طرح اب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہی کی بادشاہت ہے۔ انہی کو ماننا اور انہی کی تعظیم کرنا لازم و واجب
ہے +

**پریم مسیح**۔ یہ آپ کا کہنا صحیح ہے کہ جب ایک بادشاہ گذر جاتا ہے۔ تو اس کی
جگہ دوسرا گدی پر بیٹھتا ہے۔ لہٰذا جو مر گیا اس کا دور دورہ جاتا رہتا ہے۔ لیکن

شاہی قانون بدل نہیں جاتے۔ قوانین وہی رہتے ہیں جو گذشتہ بادشاہ کے وقت میں تھے۔ علاوہ ازیں یہ مثال صرف دنیاوی بادشاہوں اور بادشاہتوں کے بارے میں ہے۔ اور جو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر عائد نہیں ہوتی۔ یسوع مسیح کوئی دنیاوی بادشاہ بن کے نہیں آیا۔ وہ صرف اس لئے مجسّم ہُوا۔ کہ گنہگاروں کو ان کے گناہ سے برئیت بخشے۔ علاوہ ازیں وہ موت کے اوپر غالب ہو کے آسمان پر چڑھ گیا اور اب بھی ازلی ابدی ہو کے خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کا کہنا تو یہ ہے۔ کہ جب لوگ یسوع مسیح کو پکڑنے آئے تو اللہ تعالےٰ نے اُسے تو آسمان پر بلا لیا۔ اور اس کے دشمنوں میں سے ایک کو اس کی صورت میں بدل دیا۔ جسے یہودیوں نے پکڑ کے مار ڈالا۔ لہٰذا آپ کے عقیدے کے مواقق بھی یسوع مسیح زندہ ہے۔ اور پھر آنے والا ہے۔ تو جب کہ وہ زندہ ہے تو کون اس کی بادشاہت پر تصرف کر سکتا ہے؟ علاوہ بریں فرض کیا کہ یسوع مسیح کی روحانی بادشاہت بقول آپ کے محمد صاحب کو ملی تو یہ بتایئے کہ محمد صاحب کی موت کے بعد کون گدی پر بیٹھا؟

پھر آپ خود کہہ چکے ہیں کہ آپ مسیح کو برحق نبی مانتے ہیں۔ جب وہ برحق ہے تو اس کی باتیں کیسے ٹل سکتی ہیں؟ یہ تو ایک حقیقت ہے اور حقیقت کو کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکتا۔ دنیاوی قوانین کی ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ لیکن خدا کے آئین کبھی بدلتے نہیں کیونکہ خدا خود بدل نہیں سکتا +

مولوی۔ اچھا خیر چلئے۔ یہ بھی بات یہاں تک رہی۔ اب برخاست ہونے کا وقت آگیا۔ کل اگر آپ پھر اسی وقت حاضر ہوں۔ تو ہم کچھ اور گفتگو کرینگے۔ کئی ایک سوال ابھی باقی ہیں +

برکت مسیح۔ بہت بہتر۔ کل پھر سب صاحبان یہاں تشریف لایئے۔ آداب +

**مولوی۔ تسلیم۔**

اس گفتگو کے بعد روز سوم کی بحث ختم ہوئی مسیحیوں کے ایسے مدلل اور صفائی کے جواب سُن کے لوگوں میں ایک عجیب سماں چھایا ہُوا تھا۔ ان تین روزہ کی باتوں نے لوگوں کے دلوں پر بہت کام کیا۔ بہتوں کے دل میں اور تلاش حق کی آرزو ہونے لگی۔ منادوں نے سوچا کہ کل مباحثے کے بعد انجیل اور حصّوں کی چند جلدیں لیتے چلینگے۔ شاید کوئی خریدیگا۔ مشنری صاحب نے ان کو چند جلدیں بائیبل اور انجیل کی اور چند ٹریکٹ وغیرہ دیدیئے اور دُعا و دھیان میں مصروف ہوئے تاکہ چوتھے دن کے لئے تیار رہوں۔ ان پچھلے تین دنوں سے ان کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور کامل یقین ہوگیا کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح اپنے وعدے کے مطابق ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب ہم اس کا کام کرتے ہیں تو وہ ہماری رہبری کرتا ہے۔ اور مزید جوش کے ساتھ وہاں کی تمام کلیسیا کے لوگ دُعا کرنے لگے۔ اور یہ آیام تمام کلیسیا کے لئے بڑے تازگی بخش معلوم ہوتے تھے۔ اب اگر آپ کل چار بجے شام پھر بازار کی سیر کرتے ہوئے چبوترے کے پاس جا کھڑے ہوں۔ تو چوتھے روز کے بہادر کی باتوں سے نہایت محظوظ ہونگے۔ اسے معلوم ہے کہ کل مجھے ہی اکھاڑے میں سبج دکھانا ہے۔ وہ بڑے غور و فکر سے کھلنے کے بعد چراغ جلائے بیٹھا ہے۔ ایک طرف قرآن کھُلا رکھا ہے اور دوسری طرف بائبل ہے اور وہ خاص خاص باتیں چُن چُن کے اپنی نوٹ بک میں درج کر رہا ہے۔ کبھی گھٹنوں پر گر کے دُعا میں مدد مانگتا کبھی پھر بیٹھ کے پڑھتا لکھتا اور یُوں کل کی کُشتی مارنے کے لئے خوب تیار ہے۔ اسے اطمینان ہے کہ خداوند ضرور اونچا اُٹھایا جائیگا۔ اور اس کے نام کو جلال و بزرگی اس خاک کے پُتلے سے ہوگی۔ ہمارا دل بھی کل کی باتیں سُننے کو پھڑک رہا ہے۔ کل ضرور سنینگے۔

# روزِ چہارم

منگل کے روز یہ بحث شروع ہوئی تھی۔ اور آج جمعہ ہے۔ ایک کثیر جماعت چبوترے پر ساڑھے تین بجے سے ہی حاضر ہوگئی تھی۔ لوگوں کی کوشش تھی کہ آگے جگہ ملے۔ تاکہ وے مسیحی منادوں کی باتیں آسانی سے سُن سکیں۔ اور کوئی بھی لفظ رائیگاں جانے نہ پاوے۔ پچھلے تین روز کی باتوں نے لوگوں کے دل میں بڑی دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ آج مدرسے میں تعطیل تھی لہذا کئی ایک مسیحی جوان اُستاد و طلباء بھی آموجود ہوئے جنہوں نے لوگوں کو بہ ترتیب بٹھایا۔ شہر کے کئی ایک شرفا بھی آج حاضر تھے۔ جن کے لئے ہمارے جوان دوڑ کے کرسیاں اور بنچیں لے آئے۔ اور یوں بڑے آرام اور سہولیت کیساتھ سب بہ ترتیب بیٹھے۔ ایک طرف سے مولوی محمد حسین اور اُن کے ساتھی آئے اور دوسری طرف سے ٹھیک چار بجے مسیحی مناد بھی وارد ہوئے۔ سب کی آنکھیں منادوں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ کہ دیکھیں آج کون بولتا ہے +

آج کا تقریر کرنے والا ایک قوی ہیکل فیلتن چھ فٹ اونچا جوان ہے جسکو مسیحی جماعت ابن رعد کہتی تھی۔ کیونکہ جیسا یہ قد و قامت میں بے مثال تھا۔ ویسے ہی بولنے والا بھی تھا۔ اس کو تقریر کرنے میں خداداد لیاقت تھی۔ اس نے بہت وقت کل اور آج غور و فکر اور دُعا میں صرف کیا تھا۔ اور اس کے چہرے سے آج اس دلجمعی کا اظہار ہو رہا تھا جو اُس نے اپنے خداوند کی صحبت میں حاصل کی تھی اس جوان کی زندگی کا مختصر احوال یوں ہے۔ کہ بلونت سنگھ ایک مالدار راجپوت گھر لنے میں پیدا ہوا اور اپنے باپ اور چچا کے درمیان ایک ہی لڑکا تھا۔ چچا بھی ایک

بڑا زمیندار تھا اور ان دونوں بھائیوں کی امید بلونت پر ہی قایم تھی۔ وہ آٹھ برس کی عمر میں ایک نہایت عمدہ سکول کو بھیجا گیا اور بیس برس کی عمر تک اسے اچھی خاطر خواہ تعلیم دی گئی۔ راجپوتوں کے اس خاص سکول میں اور سکولوں کی مانند باقاعدہ ایف۔ اے۔ بی۔ اے وغیرہ کی خواندگی نہ تھی۔ پر یہاں ان کو اُردو۔ فارسی۔ عربی۔ ہندی اور انگریزی زبانیں سکھائی جاتی تھیں۔ اور حساب کتاب۔ کاشتکاری۔ بندوق تلوار چلانا اور ریاست کے کام کو چلانا۔ گھوڑے پر چڑھنا وغیرہ وغیرہ میں ماہر کر دیتے تھے۔ ان سب باتوں کو بلونت نے ایسا سیکھا کہ سب طرح سے بلونت تھا اور دیکھنے میں گویا سانچے میں ڈھلا ہوا راجپوت تھا۔ جب بلونت بیس برس کی عمر میں اس راجپوت سکول کی سب تعلیم حاصل کر کے گھر واپس آیا۔ تو باپ اور چچا کو بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ اور اس کی تعلیم کا زمانہ ختم کرنے کی یادگار میں بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ اب دوسری بات یہ ہونے کو تھی کہ اس کی شادی کی تاریخ مقرر کی جائے کیونکہ منگنی تو پہلے ہی ہو چکی تھی۔ باپ اور چچا کی امید تھی کہ شادی وغیرہ سے فارغ ہو کے کچھ دن میں زمین جائداد سنبھالنے کے لایق ہوگا اور ہم دونوں بھائیوں کو بڑھاپے میں بڑا آرام ملیگا۔ لیکن ایک اور بات بلونت کی طالبعلمی کے زمانے ہی میں اس کے دل پر نقش ہو چکی تھی جو بلونت کے باپ اور چچا کی سب امیدوں کو خاک میں ملانے کا باعث ٹھہری۔ اسی راجپوت کالج میں ایک اور راجپوت جوان تھا جس نے اپنی ابتدائی تعلیم ایک ولایتی مسیحی خاتون سے پائی تھی جو اس کی تربیت کے لئے بچپن میں رکھی گئی تھی۔ یہ خاتون حقیقی مسیحی تھی اور اردو قاعدہ انگریزی وغیرہ کے ساتھ ہی ساتھ اس نے رگھبیر سنگھ کو مسیحی تعلیم دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ رگھبیر یوں اس لیڈی کی زیر نگرانی ۱۲ برس کی عمر تک رہا اور اس عرصے میں بائبل کی خاص خاص باتیں اور خاص کر راہ نجات اس کے خوب

ذہن نشین ہوگئی تھیں۔ اور یہ بائبل میں یہاں تک دلچسپی لینے لگا کہ جب اُس نے کالج کو جانا شروع کیا تو اُس نے اپنی اسی لیڈی گورنس ڈاما لیف۔ سے انگریزی میں ایک چھوٹی سی بائبل مانگ لی جس کو موقعہ پا کے پڑھتا تھا۔ رگھبیر اور بلونت دونوں پولو کھیل کے بڑے شایق تھے اور یوں وے دونوں آپس میں گہرے دوست ہوگئے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ رگھبیر اکیلا بیٹھا چھپ کے اسی بائبل کو پڑھ رہا تھا کہ بلونت بھی گھومتا پھرتا اُدھر آ نکلا۔ رگھبیر نے بلونت کی آہٹ پا کے بائبل کو جھٹ سے جیب میں رکھ لیا لیکن بلونت اس کتاب کو دیکھ چکا تھا اور چونکہ دیکھنے میں وہ کچھ غیر معمولی سی ہوئی اس کے دل میں فوراً خیال آیا کہ یہ کوئی بھید کی کتاب ہے جو رگھبیر چھپ کے پڑھتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ جادو کی کتاب ہے۔ سو وہ رگھبیر کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔ دونو دوست تو تھے ہی۔ فوراً بول اُٹھا "کیوں یار چھپ چھپ کے جادو سیکھتے ہو؟"

رگھبیر "کیسا جادو؟"

بلونت "ہاں ہمیں چکمے دیتے ہو۔ ابھی وہ چھوٹی سی کیا کتاب پڑھ رہے تھے بھلا جیب تو دکھاؤ"!

رگھبیر "نہیں۔ وہ کوئی جادو کی کتاب نہیں ہے۔ وہ تو یوں ہی سے ہے"

بلونت نے جو دیکھا کہ رگھبیر ٹال مٹول کرتا ہے۔ اسے اور بھی شک ہوا اور کشتم کشتا کر کے رگھبیر کی جیب سے بائبل نکال ہی لی۔ اس نے کبھی نہ تو بائبل پڑھی تھی نہ دیکھی تھی۔ حیرت میں ہو کے پوچھنے لگا "اچھا دوست اب بھید تو کھل ہی گیا۔ بتاؤ یہ ہے کیا جسے تم اس طرح پوشیدگی میں پڑھ رہے تھے۔ اگر یہ کوئی معمولی کتاب ہے تو پھر چھپانے کی کیا ضرورت؟" رگھبیر نے دل کھول کر اپنے

دوست کو وہ سب باتیں شروع سے آخر تک کہہ سنائیں۔ جو اُس نے اپنی اتالیقہ سے سیکھی تھیں۔ یہ بلونت کو بھی بڑی دلچسپ معلوم ہوئیں۔ اور آج سے یہ دونو موقعہ بہ موقعہ بائبل کو ساتھ ساتھ پڑھنے لگے۔ بہت سی باتوں میں رگھبیر بلونت کا استاد تھا۔ وہ پہلے پڑھتا اور پھر سمجھاتا تھا۔ ایک عرصے تک وے اسی طرح کرتے رہے اور اس راز کے سبب وے اور بھی گہرے دوست ہو گئے سچ ہے بلونت کے لئے یہ کتاب جادو ہی ٹھہری۔ کیونکہ کالج سے نکلنے سے پہلے اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جو ہو سو ہو میں تو اسی کتاب کو مانونگا۔ اور اسی مسیح کا جسکا اس میں ذکر ہے۔ شاگرد بنونگا۔ رگھبیر کا کالج سے نکل کے کیا حال ہوا اس کا ذکر کرنے کا موقعہ نہیں پر پڑھنے والے خود تصوّر کر سکتے ہیں۔ کہ جو نخل شروع ہی سے اس طرح سینچا گیا اُس کے پھل کیسے ہوئے ہونگے ؛

بلونت نے کہا۔ اگر میں شادی سے پیشتر مسیحی نہ ہو جاؤں۔ تو پاؤں میں بیڑی پڑ جانے کے بعد نہایت محال ہوگا۔ پاس ہی شہر میں پادری صاحب رہتے تھے۔ اس نے ان سے ملاقات کی اور اپنا سارا حال تفصیل وار کہہ سنایا۔ پادری صاحب کو اس جوان کا حال سن کے بڑی خوشی ہوئی۔ اور آنے والے اتوار کو بپتسمے کا انتظام کیا۔ شام کی عبادت کے وقت تمام مسیحی جماعت کے سامنے بلونت نے مسیح پر ایمان لانے کا اظہار کیا۔ اور بپتسمہ پایا۔ ہاں اس وقت بلونت کا کوئی رشتہ دار یا غیر مسیحی دوست یہاں حاضر نہ تھا۔ اور اس کے گھر والوں کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ کہ وے آج شام اُس کو جس پر ان کی امیدیں بنی ہوئی تھیں کھو رہے تھے۔ سچ ہے۔ بلونت دنیا کے لئے کھویا گیا۔ اور مر گیا پر مسیح کے لئے زندہ ہوا تھا ؛

بلونت گرجے سے نکل کے فوراً اپنے گھر گیا اور اس دلیری سے جس کے

لئے راجپوت مشہور ہیں۔ اور جس پر وے فخر کرتے ہیں۔ اس نے اپنے باپ اور چچا سے کہہ دیا کہ میں تو مسیحی ہو گیا ہوں۔ باپ نے سوچا کہ یہ یونہی کہتا ہے سو پہلے کچھ خیال نہ کیا۔ مگر جب بلونت نہایت سنجیدگی سے یقین دلانے لگا تب تو گھر بھر میں ہلچل مچ گئی۔ کوئی کہتا تھا کہ کیا بلونت دیوانہ ہوا ہے۔ کوئی کہتا کہ کیا مذاق کرتے ہو۔ کہیں بڑھوں کا دین ایمان بدلا جاتا ہے۔ یہ بات انہونی ہے۔ خیر شام ہوئی سب کھانا دانا کھا کے سو رہے لیکن بلونت کے باپ اور چچا کا دل نہایت بے چین تھا۔ انہیں نیند کہاں! ادھر بلونت بھی بستر پر پڑا سوچ رہا تھا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ وہ وہیں اپنی چارپائی کی پٹی کے پاس گھٹنے ٹیک کر دعا مانگنے لگا اور نہایت حلیمی کے ساتھ یہ کہا کہ "اے مسیح مجھے طاقت دے کہ میں سب مشکلات کا مقابلہ کر سکوں۔ میں موت تک تیرا وفادار خادم بنا رہونگا"۔ اسی وقت عجیب طور سے اس کے دل میں تسلی محسوس ہوئی اور ایک دھیمی آواز کان میں سنائی دی کہ "میرا فضل تیرے لئے کافی ہے"۔ بلونت ابھی گھٹنوں ہی پر تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور دروازہ کھولنے پر کیا دیکھتا ہے کہ باپ اور چچا دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں میں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ چچا نے فوراً سینے سے لگا لیا۔ اور روتے روتے کہا "بلونت بلونت یہ تو نے کیا کیا۔ ہمیں بے چینی کے مارے نیند نہیں آتی۔ کیا تو سچ مچ عیسائی ہو گیا؟" بلونت بولا۔ ہاں چچا جی میں آج ہی شام عیسائی ہو گیا ہوں یہ تو رونے کی بات نہیں پر بڑی خوشی کی بات ہے کیونکہ مسیحی دھرم میں سچ مچ مکتی ہے"۔ باپ۔ ارے بھیا۔ آج تو ہمیں سکھاتا ہے۔ کیا ہم نے تجھے پال پوس کے اس دن کیلئے اتنا بڑا کیا؟ تو کہاں عیسائیوں کے بہکانے میں آگیا کیا تو ہمارے کل خاندان کا ناش کیا چاہتا ہے؟ اب چپ رہ اگر تو عیسائیوں کے

بہکانے میں آکے ہو بھی گیا ہے تو ہم تیرے تھے لے چلینگے۔ اور رنج بھلا کے ہر جبہ پھر دینگے ابھی کچھ بگڑا نہیں"۔ بلونت "پیارے پتا اور چچا جی۔ میں اور سب باتوں میں آپکی ماننے کو تیار ہوں میں آپ کا وہی بلونت ہوں۔ جواب تک تھا۔ پر جو آپ یہ کہیں کہ مسیحی دھرم میں مت رہ تو یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں نے پرمیشر کے آگے اور بہت سے مسیحیوں کے آگے وعدہ کر دیا ہے کہ میں یسوع مسیح کو جو جگت کا مکتی داتا ہے۔ نہ چھوڑونگا۔ جو میں چھتری کا بیٹا ہوں تو بچن دیکھے کیسے پلٹوں" دیر تک باپ اور چچا بلونت سے بہت اصرار کرتے رہے۔ بلونت چٹان کی طرح بے جنبش رہا۔ اور آخرکار روے اسے اسی کے کمرے میں چھوڑ کے چلے گئے۔ بلونت نے پھر دعا مانگی اور سو رہا۔ صبح کو ایک عجیب نظارہ پیش آیا۔ سب کی آنکھ بلونت ہی پر تھی۔ اور سب کے لبوں پر بلونت کا ہی نام تھا۔ گھر کے لوگوں کے چہروں پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ماں ایک طرف چھاتی پیٹ رہی تھی۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ بلونت گذر گیا +

جب دو روز ہو گئے اور بلونت اپنے ایمان و اعتقاد میں بلونت رہا۔ تو اُسے معلوم ہونے لگا کہ یہاں رہنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔ لہذا وہ تیسری رات کو اپنی تیز گھوڑی پر سوار ہو کے دبے پاؤں وہاں سے نکلا۔ اور ٹھیک بارہ بجے مشنری صاحب کا دروازہ آ کھٹکھٹایا۔ مشنری نے بلونت کی آواز پہچان کے پھرتی سے دروازہ کھولا اور اس کے کہنے سے پہلے ہی بلونت کے وہاں آنے کا مقصد جان گیا۔ اُسے دفتر میں بٹھا کے اس کے ساتھ دعا کی۔ اور دلاسا دیا۔ اور فوراً ایک خط دوسرے شہر کے مشنری کے نام لکھ کے اسے دیا اور کہا کہ وہاں چلے جاؤ بلونت ایڑی مارے رات ہی رات وہاں پہنچا۔ یہاں کے مشنری نے بڑی آؤ بھگت سے قبول کیا اور کچھ دن آرام سے وہاں رکھ کے چپ چاپ دور ایک مدرسہ علم الٰہی

کو بھیج دیا۔ القصّہ بلونت یہاں خداوند میں بلونت ہوتا گیا۔ اس عرصے میں اس کے گھر کے لوگوں کا غصّہ بھی دھیما ہوگیا۔ اور وہ آج اس چبوترے پر ہمارے سامنے ہے۔ اس کے حق میں رفتہ رفتہ مسیح کی یہ بات پوری ہوئی کہ اور جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اس کو سو گنا ملیگا۔ اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا (لوقا ۱۹/۲۹) آیئے آج ہم اس بلونت کی بلونت دلیلیں سنیں اور لوگوں کو یہ بھی بتائیں کہ بلونت آج ہمارے سامنے اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ لوگ روٹی ہی کی خاطر بھی نہیں ہوجاتے ؂

**بلونت**۔ فرمایئے جناب مولوی صاحب۔ آج آپ کو کیا دریافت کرنا ہے۔

**مولوی**۔ آج کی بات یہ ہے کہ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ کیا آپ کا یہ قول نہیں ہے؟

**بلونت**۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ قرآن تو مسیح کا شاہد ہے۔ مگر انجیل میں کوئی ذکر محمد صاحب کا نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ محمد صاحب بھی انبیا میں سے ایک تھے ؂

**مولوی**۔ چہ خوش! آج ہم آپ کو ثابت کردینگے۔ کہ اگرچہ آپ لوگوں نے بہت سی باتیں انجیل میں سے نکال ڈالیں۔ جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونیکی شہادت دیتی تھیں۔ تو بھی آج تک کئی ایک باتیں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت محمد نبی آخرالزمان ہیں اور اللہ کے نبی ہیں۔ ذرا انجیل کے مقدس یوحنا کے ۱۴ باب ۱۶ آیت کو دیکھیں وہاں یوں مرقوم ہے۔ کہ میں باپ سے درخواست کرونگا۔ تو وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشیگا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے دیکھیئے۔ صاحبان یہ عبارت کیسی ہے۔ علاوہ ازیں اگر آپ لوگ اسی یوحنا کی انجیل

کے ۱۴۔ ۱۵ و ۱۶ ابواب کو بغور پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عیسٰے بار بار اپنے
شاگردوں سے کہتے ہیں۔ کہ ان کے بعد ایک آئیگا جس کا نام عربی میں البارکلیت
اور فارسی میں فارقلیط ہے۔ اس لفظ کے معنے بالکل وہی ہیں جو لفظ محمد یا احمد کے
اس سے اور کیا صاف ہو سکتا ہے کہ یہاں ایک ثبوت ہے کہ حضرت عیسٰے کے
بعد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئینگے۔ اس ثبوت کے بارے میں کوئی شک
ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ حضرت عیسٰے کے بعد سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے اور کوئی آیا نہیں۔ انہیں پر نبوت ختم ہے۔ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ کہئے
صاحبان۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟ +

**بلونت**۔ سنئے صاحبان۔ مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں یوحنا
کی انجیل کے ۱۴ باب کی ۱۶ آیت پیش کی ہے۔ اگر آپ ۱۷ آیت پر نظر کریں۔ تو وہاں
سترھویں آیت کی تشریح صاف صاف ہے جو یسوع مسیح ہی نے کی ہے۔ وہاں لکھا
ہے "یعنی حق کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ اسے
جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ اور تمہارے
اندر رہیگی"۔ اس تشریح سے مسیح کا مطلب یہی تھا کہ لوگ اس کی بابت کچھ غلطی
نہ کریں۔ (۱) محمد صاحب کبھی حق کی روح کے نام سے نامزد نہیں ہوئے۔ (۲)
الفاظ "تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ اور تمہارے
اندر رہیگی"، غور طلب ہیں۔ سب صاحبان جانتے ہیں کہ محمد صاحب مسیح سے
۶۰۰ سال بعد آئے۔ لہذا اگر یہ نبوت محمد صاحب کی بابت ہوتی تو کیونکر ان کے
بارے میں یہ کہا جاتا کہ "تم اسے جانتے ہو"۔ ۶۰۰ سال قبل کس کو محمد صاحب کی
آمد کا علم تھا "اور وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ اور تمہارے اندر رہیگی"۔ محمد صاحب
نہ تو مسیح کے شاگردوں کے ساتھ تھے اور نہ وہ کسی طریقے سے بھی شاگردوں کے

اندر رہ سکتے تھے۔ اور نہ رہے۔ پھر لفظ "وکیل" جو ۱۶ ویں آیت میں آیا ہے۔ اسکی تشریح چھبیسویں آیت میں صاف صاف کردی گئی ہے۔ کہ "وکیل" یعنی رُوح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا" رُوح القدس نام محمد صاحب کا قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ اور نہ محمد صاحب مسیح کے نام سے آئے +

اگر یوحنا کے ۱۶ باب کی ۱۲ آیت سے ۱۵ آیت تک پڑھیں۔ تو معلوم کرینگے کہ مسیح اور رُوح القدس میں ایسی یگانگت ہے۔ کہ گویا وے دونوں ایک ہی ہیں۔ لیکن مسیح اور محمد صاحب میں بڑا بھاری اختلاف ہے۔ دونوں کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور خیال فرمایئے کہ یہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح کا بھیجا ہوا فارقلیط آیا۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے۔ کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب کے کہنے کے مطابق فارقلیط سے مراد حضرت محمد صاحب سے ہے۔ اور کہ وہ نبی آخرالزمان ہوکے مسیح کی بادشاہت پر قابض ہیں تو یہ دونو باتیں آپس میں موافقت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ قاصد بھیجنے ولے سے بڑا نہیں ہوسکتا اور نہ بھیجنے ولے پر اپنے آپ کو ترجیح دے سکتا ہے +

ہم کئی ایک اور مضبوط دلیلیں پیش کرینگے جن سے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اس نبوت میں محمد صاحب کی طرف مطلق اشارہ نہیں۔ سب صاحبان۔ مہربانی سے ذرا انجیل کھول کے ان دو آیتوں کا ملاحظہ فرمایئے۔ اور ان کا مقابلہ کیجیے۔ دیکھیے رسولوں کے اعمال کی کتاب۔ جو اسی یوحنا کی انجیل کے بعد ہے۔ اس کے پہلے باب کی چوتھی آیت میں لکھا ہے "اور اس نے (یعنی مسیح نے) ان کو (یعنی اپنے شاگردوں کو) حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ۔ بلکہ باپ کے اس وعدے کے پورا ہونے کے منتظر رہو۔ جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو" اب دیکھئے اسی کتاب کا دوسرا باب۔ [illegible] آیت جب عید پنتیکوست کا دن آیا تو وہ سب

ایک جگہ جمع ہوئے۔ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی۔ جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے۔ اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا اور انہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹی ہوئی زبانیں دکھائی دیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور وہ سب۔ (ذرا غور فرمایئے)۔ روح القدس سے بھر گئے

صاحبان اب آپ سب یوحنا کی انجیل کی ان باتوں پر جن کا ذکر ہو چکا ہے اور اعمال کی کتاب کے ان دو مقامات کی باتوں پر ایک ساتھ غور کیجئے۔ یوحنا کی انجیل میں روح القدس کے بھیجے جانے کا وعدہ کیا گیا۔ اعمال کے پہلے باب میں مسیح نے آسمان پر جانے سے پیشتر اپنے شاگردوں کو جمع کر کے حکم دیا کہ وے یروشلم میں ٹھہرے رہ کے روح القدس کا انتظار کریں اور دوسرے باب میں ذکر ہے کہ یہ روح القدس بڑے زور کے ساتھ نازل ہوا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ روح القدس یا فارقلیط کے بھیجے جانے کے وعدے اور نزول کے درمیان ۶۰۰ سال کا عرصہ ہوا؟ کیا مسیح کے شاگرد ۶۰۰ سال تک یروشلم میں فارقلیط کے انتظار میں ٹھہرے رہے؟ ایسا خیال کرنا محض جہالت ہوگی۔ وے ۱۰۰ سال کے اندر اندر سب گذر چکے تھے۔ روح القدس کے وعدے کے صرف ۱۰ دن بعد یہ نبوت پوری ہوئی۔ انہی لوگوں کی زندگی میں کہ جن سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ لہذا اس میں محمد صاحب کی طرف کچھ بھی اشارہ نہیں ہے +

**مولوی۔** اچھا دیکھیے۔ اسی یوحنا کی انجیل کے ۱۴ باب کی ۳۰ آیت میں صاف مرقوم ہے کہ مسیح نے کہا کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ کیا یہ نبوت صاف صاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں ہے؟ یہ حضرت کا ایک مشہور لقب ہے +

**بلونت۔** جناب مولوی صاحب۔ اگر میں صاف صاف کھول کے بتاؤں کہ یہ

سردار کون ہے تو آپ کو بُرا لگیگا۔ اگر آپ لوقا ۱۰ : ۱۸ یوحنا ۱۲ : ۳۱ ۔ ۱۶ : ۱۱ ۔ ۲ کرنتھیوں ۴ : ۴ افسیوں ۲ : ۲ اور ۶ : ۱۱-۱۲ کا ملاحظہ کریں تو آپ پر آشکارا ہو جائیگا کہ یہ ہولناک شخص کون ہے +

**مولوی** (گھڑی دیکھتے ہوئے) خیر اب کہنا سننا تو بہت ہے۔ اب کل ہم ایک اور بات پر گفتگو کرینگے یعنی مسئلہ تثلیث۔ آپ کل پھر ۴ بجے تشریف لائیے گا +

**بلونت**۔ بہت بہتر۔ کل کا مضمون تثلیث ہے۔ آداب عرض +

**مولوی**۔ تسلیمات عرض +

منادوں کی ان پر زور باتوں نے کتنوں کے تو دانت کھٹے کئے لیکن اس کثیر جماعت میں بہت ایسے بھی تھے جو بلا تعصب ان باتوں کو اپنے دل میں تول رہے تھے۔ اور کسی قدر مسیحی مذہب کی بابت اور علم حاصل کرنے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب منادوں نے ہاتھ میں بائبل۔ انجیل ٹریکٹ وغیرہ لیکے یہ اعلان کیا کہ جو صاحبان چاہیں ہم سے یہ کتابیں اور پرچے خریدیں اور مفت لیں۔ کئی سو کتابیں بکیں اور بانٹی گئیں۔ سکول کے اُستاد اور بعض طالبعلموں نے اس میں منادوں کی مدد کی اور بڑی خوشی کے ساتھ اس شام مناد اپنے اپنے گھر گئے۔ اس کام کے لئے گھرانوں میں دعا بدستور جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا کا ہاتھ اس تمام انتظام میں رہا ہے۔ اُس نے بندوں کے ذریعے کلام کیا اور اس کا کلام اس تک خالی نہ لوٹیگا۔ اب کل کے تقریر کنندہ اور اُس کی دلچسپ اور پر زور دلیلوں پر کل غور کریں گے۔ اس کی سوانح عمری نہایت دلچسپ ہے +

# روزنچم

پیشتر اس کے کہ ہم روزنچم کی بحث شروع کریں۔ ہم دیباچہ کے طور پر آج کے تقریر کنندہ کی زندگی کا مختصر احوال سناتے ہیں۔ کیونکہ جب آپ صاحبان اس کی مدلل اور پُرزور تقریر کو سنیں گے تو ضرور دریافت کرینگے کہ یہ شخص کون ہے ؛

گرجا گھر کے پیچھے ایک چھوٹا سا مکان نظر آتا ہے۔ اس کے ایک کمرے میں ایک سفید ریش بزرگ نہایت غور و فکر میں محو دکھائی دیتا ہے۔ قد لمبا۔ سینہ چوڑا۔ چہرہ نورانی چمک رہا ہے۔ اگرچہ عمر رسیدہ ہے تاہم مضبوط اور تندرست معلوم ہوتا ہے۔ ۷۰ سال سے اوپر نکل گیا ہے لیکن نہ تو چشمہ اسکی آنکھوں پر ہے اور نہ چلنے پھرنے میں لاٹھی کی مدد ہے۔ پرانے زمانے کے بزرگ ایسے ہی ہیں۔ آج کل کے جوان ان کے سامنے شرمندہ ہیں۔ اس بزرگ کا نام نامی پادری گنگا رام ہے۔ اور اسی گرجا گھر کا جو سامنے دکھائی دیتا ہے پاسبان ہے۔ کوئی اُسے دا تاجی کہہ کے پکارتا کوئی ناناجی اور زیادہ عمر والے اسے پاپاجی کہہ کے اس کی طرف اپنی الفت کا اظہار کرتے ہیں۔ قریب ۲۵ برس سے وہ یہاں کی کلیسیا کی خدمت کر رہا ہے۔ اور لوگ اسے نہایت چاہتے ہیں۔ اس کا برتاؤ سب چھوٹے بڑوں کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا اپنے خاندان کے ساتھ۔ بہت سے لوگ اپنے دل کے راز آکے اس کے آگے کھول دیتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسے خفیفی مددگار و ہمدرد پایا ہے۔ جوان اپنے مذہبی شکوک و مشکلات اس سے آ کے بیان کرتے اور وہ ان کے شکوک کو

دور اور مشکلات کو سہل کرتا ہے۔ اگر کسی گھرانے میں میاں بی بی کے درمیان نااتفاقی پیدا ہو جاتی یا ناسمجھ میاں بی بی آپس میں لڑتے جھگڑتے تو وے فرد آ فرداً اسی بزرگ کے پاس آ کے اپنی شکایتیں پیش کرتے اور وہ انہیں ایسے سمجھاتا۔ جیسے اپنے بیٹے بیٹیوں کو۔ الغرض یہ بزرگ اپنی کلیسیا کی پتوار کو تھامے ہوئے آندھی و طوفان میں ہو کے بہ سلامتی کھینتا چلا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے کہ جب تک یہ ہمارا پاسبان ہے تب تک یہ ہمارے پاس ایک حقیقی ہمدرد و مددگار موجود ہے۔

آج ہم اس کو اور روز کی بہ نسبت زیادہ غور و فکر میں مصروف پاتے ہیں۔ کئی ایک کتابیں اس کے سامنے کھلی رکھی ہیں۔ ہاں ایک طرف قرآن بھی رکھا ہے کبھی وہ اپنی پرانی بائبل جو نشانات سے بھری ہے اُلٹ پلٹ کرتا ہے۔ کبھی قرآن ٹٹولتا ہے۔ کبھی وہ جھٹ سے ایک کونے میں ہو جاتا ہے۔ اور جب ہم ایک طرف سے جھانکتے ہیں تو اس مردِ خدا کو گھٹنے ٹیکے پاتے ہیں۔ اس ساری تفتیش اور محنت کا خاص سبب یہ ہے۔ کہ رات ایک جوان نے آ کے دروازہ کھٹکھٹایا اس بزرگ کا یہ دستور ہے کہ بلا یہ پوچھے کہ "کون ہے؟" فوراً یہی لبوں سے نکلتا ہے کہ "آؤ" یہ دروازہ کھٹکھٹانے والا نو بلونت ہے جسے گنگارام بہت پیار کرتا ہے۔ بلونت اس بزرگ کے پاس ایسا بے تکلف ہو کے بیٹھ جاتا ہے گویا وہ اُسی ہی کا گھر تھا۔ بزرگ پوچھتا ہے "کہو بیٹا بلونت کیسے آئے؟" بلونت آج کی منادی کا سب حال تفصیل وار کہہ سناتا ہے۔ اور بعد کو کہتا ہے کہ "پاپا جی کل کا مضمون تثلیث ہے۔ ہم لوگوں نے اب تک تو آپ کو تکلیف نہ دی۔ اور آپ ہی مار چلائی لیکن کل کے لئے سب کی رائے یہ ہے کہ آپ چبوترے پر چل کے ذرا مسلمانوں کے منہ سیدھے کر دیجئے" یہی سبب ہے

کہ آج ہمارا بزرگ اس قدر غور و فکر میں ہے۔ چار بجے آج اس مردِ خدا کے ذریعے خداوند یسوع مسیح کا جلال ظاہر کیا جائیگا ✦

اب ذرا اس بزرگ کی گزشتہ زندگی کا مختصر حال سن لیجئے۔ گنگا رام یا گنگو کیونکہ بچپن میں وہ گنگو ہی کہلاتا تھا ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک گڈریے کے گھر میں پیدا ہوا۔ لہذا تعلیم کے لحاظ سے یہ بالکل ان پڑھ رہا۔ کیونکہ گاؤں کے پنڈت نے بڑی مشکل سے دو کتابیں ہندی کی اس سے ختم کرائیں۔ ۹-۱۰ سال کی عمر میں یہ اور گڈریوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چرانے جنگل میں جانے لگا اور جلد اس قابل ہو گیا کہ ایک چھوٹا سا جھنڈ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ حسب دستور صبح کو روٹی کھا کے اور کچھ ساتھ لے کے اپنے جھنڈ کے ساتھ جنگل کو نکلتا اور شام کو واپس گھر آتا تھا۔ گاؤں کے لوگوں کی زندگی کے لحاظ سے گنگا رام کے ماں باپ آسودہ حال تھے۔ ان کے پاس مویشیوں کا اچھا خاصہ شمار تھا۔ نہ صرف بھیڑ بکریاں ہی بلکہ گائیں بھینسیں اور بیل بھی تھے۔ علاوہ مویشی رکھنے کے جو گڈریوں کا خاص کام ہے۔ ان کے کچھ کھیتی بھی ہوتی تھی۔ اور گاؤں کے لوگوں کے بیچ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ گنگا رام کے تین چھوٹے بھائی اور ایک بہن تھی۔ اور دو چچا بھی اسی گاؤں میں رہتے تھے۔ اس لئے گھرانا بھی بڑا تھا۔ گنگا رام شروع ہی سے اچھا ہونہار لڑکا معلوم ہوتا تھا۔ اور نہایت جسیم قد آور تھا۔ جب یہ ۱۸ سال کا جوان ہو گیا تو نہ تو یہ کسی انسان سے اور نہ جنگلی جانور سے ڈرتا تھا۔ اکثر بھیڑئے کو دیکھ کے اکیلا اس سے لڑا کرتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ کشتم کشتا بھی ہو گئی یہاں تک کہ کوئی آدھ گھنٹے تک بھیڑئے سے لپٹا رہا کہ اتنے ہی میں اس کے ساتھی چرواہے آ گئے اور سب نے مل کے بھیڑئے کو مار ڈالا۔ اس لحاظ سے کچھ کچھ وہ بہادر داؤد کی مانند تھا ✦

سب کچھ اچھا تھا لیکن ایک بات یہ تھی۔ کہ گنگا رام میں آوارہ گردی کی طبیعت تھی۔ لہٰذا جب کبھی یہ طبیعت اس میں جوش مارتی تھی تو ادھر اُدھر گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے گھر چل پڑتا تھا۔ اسے ایک ہی جگہ رہنا پسند نہ تھا۔ اور اکثر اس چھوٹی سی عمر میں اُس کے خیال دور دراز سفر کی طرف راغب ہوتے تھے حسن اتفاق سے اسے ایک اور جوان ساتھی بھی ایسا ہی مل گیا تھا۔ اور یہ دونوں اکثر جب جنگل میں گلہ بانی کرتے تو کسی اونچی چٹان پر بیٹھ کر دور دور ملکوں وغیرہ کی بابت بہت خیالی پلاؤ پکایا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر ساتھ ہی ساتھ رہتے تھے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ "کند ہم جنس باہم جنس پرواز"

ایک دن کا ذکر ہے کہ گنگا رام کا ساتھی دوست بسنتا اپنے ایک رشتہ دار کی شادی میں شہر بریلی کو گیا۔ اور وہاں کئی روز تک اس کا رہنا ہوا۔ چونکہ گھومنے کی تربیت اس کی بھی تھی۔ اس نے تمام شہر چھان مارا۔ صبح کو نکلنا اور شام کو گھر واپس آنا یہی اس کا کام تھا۔ یہ گھومتے گھومتے خوب خوش ہو ہو کے سوچتا تھا کہ گھر چل کے گنگا رام کو بہت سی نئی باتیں بتاؤں گا۔ ان دنوں بریلی میں ٹرینیڈاد وغیرہ جزیروں کے لئے قلیوں اور طرح طرح کے مزدوری پیشہ لوگوں کی بھرتی ہوا کرتی تھی کمپنیوں کے ایجنٹ ادھر اُدھر گھومتے پھرتے تھے کہ ایسے لوگوں کو جو ٹاپوؤں میں جا کے کم از کم چار سال کام کرنے کے لئے راضی ہوں۔ پا کے بھرتی کریں۔ یہ لوگ زیادہ تر دیہات کے لوگوں کی تلاش کرتے تھے کیونکہ ایک تو وے جفاکش اور محنت اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ان ایجنٹوں کے بہکانے میں جلدی آجاتے ہیں۔ چنانچہ کوئی عجب نہیں کہ بسنتا کو جو دیہاتی ہونے کی وجہ سے چھپا نہ رہ سکتا تھا۔ اس طور پر آوارہ گردی کرتے ہوئے ایک بھرتی کرنے والے نے بھانپا۔ جونہی بسنتا سڑک پر سے ادھر اُدھر دیکھتا ہوا ایک اُچکا سا نکلا چلا جا رہا تھا وہنی

ایک بھرتی والا اس کے ساتھ ہولیا اور موقعہ پا کے چلتے چلتے اس سے پوچھنے لگا۔ کہ کہو بھائی جوان کہاں کے رہنے والے ہو۔ بسنتا نے اپنا گاؤں ٹھاؤں بتلایا۔ اور بھرتی والے نے بات ہی بات میں ایسی چالاکی سے اپنا مضمون چھیڑا۔ کہ بسنتا بالکل اس کی باتوں سے نہ بد کا بلکہ فریفتہ ہوگیا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا کہ واہ بھلا اس سے اچھا موقعہ میرے اور دوست گنگو کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ یہاں بھرتی ہو کے سات سمندر پار کے ٹاپوؤں کی سیر کریں۔ اس نے فوراً بھرتی والے کو اپنا نام و پتہ لکھا دیا۔ اور وعدہ کیا کہ میں اپنے ایک دوست کو ہمراہ لیکر جتنی جلد ممکن ہو لوٹونگا +

اتنے میں ادھر شادی بھی ہو چکی۔ اور برات واپس لوٹی۔ بسنتا بھی دل ہی دل میں مگن اپنے دوست گنگو کے پاس آیا۔ اور دوسرے دن جب یہ دونو بھیڑ بکریاں چرانے جنگل کو نکلے اُس نے بریلی کی ساری کیفیت کہ سنائی۔ ان دونوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ضرور بریلی چل کے بھرتی ہونگے۔ چنانچہ اُس دن سے وے دونو سوچنے لگے کہ کب گھر سے نکلیں۔ ادھر سیر و سیاحت کی طبیعت زور مارتی تھی۔ ادھر گھر والوں کی اُلفت کھینچتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں کی نہ صرف شادی ہی ہو چکی تھی۔ بلکہ ایک ایک بچہ بھی تھا۔ اسی سوچ و فکر میں کئی دن گذر گئے اور دونوں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس قدر دور و دراز سفر اختیار کرے۔ ایک دن جب یہ جنگل میں گلہ بانی کر رہے تھے۔ دونوں نے صلاح کی کہ یوں نہیں بنے گی۔ ایک کام کرو۔ آج شام جب روٹی کھانے بیٹھو۔ تو قسم کھاؤ کہ جو پھر اس چوکے پر روٹی کھائیں تو گائے کھائیں۔ اس طرح ارادہ کر کے وے دونو شام کو حسب معمول گھر گئے۔ اور جیسا ارادہ کیا تھا۔ وے دونو دل میں قسم کھا کے رات کو اپنے اپنے گھر سے نکل پڑے اور ایک مقرر کئے ہوئے اڈے پر آ ملے۔ رات ہی رات بریلی کی راہ لی۔ اور بھرتی کے مقام پر

آپہنچے۔ بھرتی والا دو مضبوط جوانوں کو دیکھ کر باغ باغ ہوگیا۔ اسی ہفتے میں ایک جہاز کلکتے سے چھوٹنے والا تھا۔ لہذا وے دونو لکھا پڑھی کے بعد فوراً کلکتے کو روانہ ہوگئے۔ ریل کے سفر میں کئی ایک بڑے بڑے سٹیشنوں پر سے ان کا گذر ہوا۔ اور یہ اس سیر سے بہت خوش تھے۔ الغرض بھرتی والا ان کو لیکے کلکتہ پہنچا اور اس کے دوسرے ہی روز وے جہاز پر بیٹھ کے اور بہت سے مزدوروں کے ساتھ ٹرینیڈاڈ کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاز پر بیٹھ کے تو ان کا دل بہت خوش تھا۔ لیکن جب ان کو سمندر کی بیماری ہوئی۔ جو ان سب کو جو سمندری سفر کے عادی نہیں ہیں۔ ہوا کرتی ہے۔ تو انہیں گھر یاد آیا۔ خیر کچھ دن میں یہ بحری سفر کے عادی ہوگئے۔ اور بہتوں سے جو جہاز پر ان کے موافق دیہاتی تھے۔ دوستی ہوگئی۔ تو پھر یہ سیر کا مزا لینے لگے ان دنوں کے جہاز آج کل کے جہازوں سے بہت متفرق تھے۔ یہ آہستہ آہستہ جیسے ہوا ہو۔ ویسے جاتے تھے۔ اور رستہ بھی لمبا تھا۔ سو کئی مہینوں میں یہ منزل مقصود پر پہنچے۔ جہاز سے اتر کے سب مزدور ایک بڑے احاطے میں جمع کئے گئے۔ اور وہاں سے جزیرے کے مختلف حصوں میں تقسیم کئے گئے۔ یہاں اس وقت گنگا رام اور بسنت رام کو سخت صدمہ گذرا جب ان کو معلوم ہوا کہ وے دونوں دوست ایک ساتھ نہ رہ سکیں گے کیونکہ یہ دونو جدا جدا حصے کے لئے چنے گئے۔ خیر وہاں ان کی مرضی چل نہیں سکتی تھی۔ مجبوراً دونوں دوستوں نے ایک دوسرے کو رو رو کے خدا حافظ کہا اور پھر یہ کبھی نہ ملے۔ گنگا رام کو چائے اور قہوہ کے باغیچے میں کام کرنے کو ملا۔ اور چار سال تک اس نے بڑی وفاداری اور محنت سے کام کیا۔ اس سے باغیچے کا مالک بہت خوش تھا۔ کیونکہ گنگا رام نے کبھی اسے ناراض نہ کیا تھا۔ صرف چار سال تک گنگا رام کو وہاں کام کرنا تھا اور اب وہ آزاد تھا کہ اگر چاہے تو ہندوستان کو بغیر جہاز کا کرایہ بھرے واپس لوٹے۔ لیکن اسے ان چار برسوں میں وہاں یہاں تک پسند

آیا کہ اس نے وہیں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ اب وہ آزاد تھا کہ جہاں چاہے وہاں کام کرے۔ سو اس نے اور اطراف کے جزیروں میں جگہ جگہ سیر کرتے ہوئے طرح طرح کی نوکریاں کیں۔ اور آمدنی بھی معقول تھی۔ اس عرصے میں اس نے کچھ معمولی بول چال کی انگریزی بھی سیکھ لی تھی۔ کیونکہ وہاں زیادہ تر انگریزی ہی بولی جاتی تھی۔ اب ایک بڑی تبدیلی گنگا رام کی زندگی میں ہونے والی تھی جس سے اس کی زندگی کا رُخ بالکل پلٹ گیا۔

ان جزیروں میں بھی مشنری ہیں اور مشن کا کام ہوتا ہے۔ گنگا رام کے کئی ایک مسیحی دوست تھے جن کے ساتھ وہ ہر اتوار کو گرجے جایا کرتا تھا۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب کوئی مذہبی بھوک پیاس اس میں پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن سبب یہ تھا کہ ۴-۵ سال تک ان جزیروں میں رہنے کے بعد اب گنگا رام وہی گنگا رام نہ رہا تھا۔ اس کے پہننے کھانے۔ رہنے سہنے اور بات چیت میں کچھ اور ہی بات آگئی تھی۔ اگر بریلی سے روانہ ہونے کے وقت اس کی تصویر کھینچی جاتی تو اونچی گاڑھے کی دھوتی اور گاڑھے کی انگرکھی بدن پر ہوتی۔ سر پر سفید پگڑی اور پاؤں میں نرمی کی مضبوط جوتی۔ ہاں ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ اب اگر اس کے گاؤں کے لوگ ملک تھوڑی دیر کیلئے اس کے گھر والے بھی اسے دیکھتے تو نہ پہچانتے۔ کیونکہ سرد ملک کی آب و ہوا نے نہ صرف اس کے رنگ ہی میں کچھ فرق کر دیا تھا۔ بلکہ اب وہ گرم کالی بانات کی پتلون اور کوٹ پہنے ہوئے ہے۔ سر پہ ولائتی ٹوپی ہے اور پاؤں میں مضبوط کالے چمکتے ہوئے بوٹ ہیں۔ اب تو کچھ ٹھاٹھ ہی اور ہے۔ لہذا وہ صرف مسیحیوں کی صحبت میں رہنے اور ولائیتیوں میں دم مارنے کی وجہ سے شوقیہ طور پر گرجے جایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی جان پہچان ایک مشنری صاحب سے ہو گئی جو وہاں مشن کا کام کرتے تھے۔ یہ بزرگ مشنری کسی وقت ایک مدت تک ہندوستان میں کامیابی

کے ساتھ کام کرتے رہے اور ہر دلعزیز تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ سخت محنت کرنے اور چند
دیگر وجوہات سے ان کی صحت یہاں تک خراب ہو گئی کہ آخر کار ڈاکٹروں نے انہیں
مجبور کیا۔ کہ وے اپنے ملک کو فوراً لوٹیں۔ یہ امریکہ میں ایک عرصے تک رہنے کے
بعد پھر کام کرنے کے قابل ہو گئے اور واپس ہندوستان آنا چاہتے تھے لیکن ڈاکٹروں
نے دور اندیشی کر کے صلاح دی کہ کسی گرم ملک میں کام نہ کریں۔ چونکہ انہیں ہندوستانیوں
سے الفت ہو گئی تھی انہوں نے ٹرینیڈاڈ جزیرہ کے ہندوستانیوں کے بیچ کام کرنیکا
قصد کر لیا۔ اور اب عرصے سے یہاں ہیں یہی ولایتی بزرگ ہے جس نے محنت کر کے
گنگا رام کو انگریزی پڑھائی۔ اور ہندوستانی زبان کے صحیح استعمال میں بھی کچھ مدد
کی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انہی کی محنت اور دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ گنگا رام مسیح کا سچا
شاگرد بن گیا اور اپنے بزرگ مشنری کے کام میں بڑی امداد کا ذریعہ ٹھہرا۔ یوں گنگا رام
کو وہاں کا کام کرتے سیکھتے سکھاتے قریب دس سال ہو گئے۔ اب گھر اور وطن کی
الفت نے زور مارا اور اس نے ہند کو واپس آنے کا قصد کیا۔ تھوڑے عرصے
میں ایک جہاز ہند کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ لہذا گنگا رام اور اس کا ایک
اور ہندوستانی دوست دونوں روانہ ہوئے۔ گنگا رام اور اس کے دوست نے
ایک اچھی خاصی رقم کمائی تھی جو کہ وہاں کے بینک میں جمع تھی۔ اور جب بینک والوں
نے پوچھا کہ کہو اگر تم سفر میں ہندوستان پہنچنے سے پہلے مر جاؤ تو تمہارا روپیہ کس کو
دیا جائے۔ تو گنگا رام کے دوست نے۔ چونکہ اس کا کوئی آگے پیچھے نہ تھا لکھوا دیا
کہ اگر میں گذر جاؤں تو میرا سب روپیہ میرے دوست گنگا رام کو ملے۔ اور جب
گنگا رام سے یہی سوال کیا گیا تو اگرچہ گنگا رام کے گھر والے تھے تو بھی چونکہ اس کے
دوست نے اس کا نام لکھایا تھا۔ گنگا رام نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اپنے دوست
کرپاشنکر کا نام لکھائے۔ چنانچہ یہ سب لکھا پڑھی کرا کے گنگا رام اور کرپاشنکر دونو

بڑی خوشی سے جہاز پر سوار ہو کے روانہ ہوئے جب یہ قریب آدھے راستے میں پہنچے تو اتفاق سے ایسا ہوا۔ کہ جہاز پر ہیضہ پھیلا اور باوجود ڈاکٹر کی کوشش اور گنگا رام کی تیمارداری کے کرپاشنکر گذر گیا۔ اس سے گنگا رام کو سخت صدمہ ہوا۔ اور کرپاشنکر کے ساتھ ہی گنگا رام کے لئے اس جہاز کی ساری رونق اور دلچسپی اٹھ گئی۔ خیر کئی مہینوں کا مرحلہ طے کر کے جہاز کلکتے کی اسی بندرگاہ میں آپہنچا۔ جہاں سے گنگا رام اور بسنت رام دس سال ہوئے۔ دہقانی صورت میں بے بیسہ کوڑی روانہ ہوئے تھے۔ گنگا رام نے اپنا اور اپنے مرحوم دوست کرپاشنکر کا سامان جہاز سے اتارا۔ اور بینک میں جا کے اپنا روپیہ مع اس روپے کے جو کرپاشنکر بذریعہ وصیت گنگا رام کے نام چھوڑ مرا تھا وصول کیا۔ اور دوسرے دن ریل میں بیٹھ کے اپنے گاؤں کی راہ لی +

تین دن و رات سفر کر کے گنگا رام اپنے گاؤں کو پہنچا۔ اور تمام گاؤں میں شہرہ ہو گیا کہ "ارے کالے پانی کا آدمی آیا۔ کالے پانی کا آدمی آیا"۔ کالے پانی کا آدمی گاؤں والوں نے اس کے کالے کپڑے دیکھ کے کہا۔ جو تبدیلیاں گنگا رام میں ہو گئی تھیں۔ ان کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ لہذا کچھ عجب نہیں کہ اس کے گھر والوں نے بھی اسے نہ پہچانا۔ وہ باہر چوپال میں بیٹھا اور ایک بڑی بھیڑ لوگوں کی اس کے اردگرد جمع تھی۔ پہلے اس کی بڑھیا ماں نکل آئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اسے پہچان کے گلے لگ کے رونے لگی۔ اس پر اس کے چچیرے بھائی باہر نکل آئے اور سب مل کے گنگا رام کو اندر لے گئے۔ اس کی بی بی بھی یہاں تھی۔ لیکن اس نے ہندو بیواؤں کا لباس اختیار کر لیا تھا کیونکہ گنگا رام کے لئے سب رو بیٹھے تھے گنگا رام کا جو لڑکا دس سال ہوئے دودھ پیتا تھا اب وہ اچھا بڑا ہو گیا تھا افسوس کہ گنگا رام کا باپ اور اس کا ایک چچا گذر چکے تھے۔ جو چچیرے بھائی اس کے

سامنے چھوٹے لڑکے تھے ۔ اب وہ جوان ہو گئے تھے ۔ایک بڑی تبدیلی گنگا رام
نے گھر پہ پائی۔ اس وقت سخت کال ہندوستان میں تھا گنگا رام کی بی بی اور گھر کی سب
عورتوں کا زیور مہاجن کے یہاں رہن رکھ دیا گیا تھا ۔گھرانا بڑا تھا کھانے والے
تھوڑے تھے ۔لہذا یہ سب اس وقت بڑی تنگی میں تھے ۔پوچھ پاچھ اور خاطر خواہ
تواضع کے بعد گنگا رام کو گھر کا یہ سب حال ماں نے رو رو کے سنایا ۔گنگا رام
نے سب کو دلاسا دیا اور فوراً بڑا صندوق کھول کے ان کے سامنے روپیوں کا ڈھیر
لگا دیا۔ اب کیا تھا سب کے دل چاندی کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے ۔ فوراً
اکٹھا اناج خرید اگیا اور زیور بھی چھڑا لئے گئے ۔خیر یہ سب بڑی خوشی سے رہنے
سہنے لگے ۔ اور کچھ دن تک گاؤں کی چوپالوں ۔ گلی کوچوں میں لوگوں کی گفتگو کا
مضمون گنگا رام ہی تھا ۔بلکہ وہ ایک نمائشی شے بنا رہا ۔چندروز اس طرح خوشی
خوشی میں گذرے پر مشکل یہ تھی کہ گنگا رام پر ایک ایک دن بھاری گذر رہا تھا۔
وہ کم از کم پانچ سال کا سچا مسیحی تھا ان لوگوں کی بت پرستی وغیرہ کی برداشت نہ
کر سکتا تھا ۔لہذا اس نے ایک دن اپنی بی بی سے راز کھولا ۔کہ میں تو ٹرینیڈاڈ
ٹاپو میں عیسائی ہو گیا ہوں۔ اتنا کہنا تھا کہ گویا بارود میں تیلی لگی ۔عورت بدک
کے ایک طرف ہوئی اور سب گھر والے تھو تھو کرنے لگے ۔سب نے مل کے
صلاح دی کہ جو پردیس میں ہوا سو ہوا ۔ روپیہ ہمارے پاس ہے ہی پھر برادری
میں لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے ۔لیکن گنگا رام کو یہ سب باتیں کیونکر گوارا ہو سکتی
تھیں ؟ وہ اب کیونکہ پھر ان باتوں کے سامنے سر جھکا سکتا تھا ؟ اس نے ان
تمام باتوں سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اپنے گھر کے لوگوں کو صلاح دی کہ تم سب
عیسائی ہو جاؤ ۔تو ہم سب بڑے میل ملاپ اور سکھ سے رہینگے اور پرلوک میں
سکھ پائینگے ۔طرفین اپنی اپنی جگہ اڑے رہے ۔ نہ تو گنگا رام اب پھر ہندو ہو سکا

اور نہ اس کے گھر کے لوگ ہی بزرگوں کے دھرم کو بدلینگے۔ القصہ نتیجہ یہ ہوا کہ گنگا رام کو اپنی جان کی خاطر گھر سے بھاگ کے نزدیک کے شہر کے مشنری کے ہاں پناہگیر ہونا پڑا۔ اب اس کے پاس سوائے کپڑوں کے اور کچھ نہ رہا تھا۔ کیونکہ روپیہ پیسہ سب گھر کے لوگوں میں بانٹ چکا تھا +

پادری صاحب نے اسے خوشی سے قبول کر کے کام دیا لیکن جب پہلی تاریخ آئی۔ اور تنخواہ کا وقت ہوا۔ تو گنگا رام کو پانچ روپیہ پادری صاحب نے یہ کہہ کے دیئے کہ بھائی میں آپ کو زیادہ دینا چاہتا ہوں لیکن درمیان سال کا وقت ہے اور اس وقت میرے حساب میں زیادہ خرچ کی گنجایش نہیں۔ خیر گنگا رام کو ذرا مایوسی ہوئی لیکن خدا کا شکر کر کے وہی پانچ روپے قبول کئے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ بی بی اور لڑکا ساتھ آئیں۔ لیکن سب رائگاں ٹھہری۔ کیونکہ اُس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ میں کرسٹانوں کے دھرم میں ہرگز نہ جاؤنگی۔ لہٰذا بذریعہ عدالت اسے طلاق دینا پڑا۔ اور یوں گھر بار چھوٹا۔ زمین جاتا رہا چھوٹی پیسہ گیا اور نوکری ملی تو پانچ روپے کی لیکن گنگا رام مسیح میں ثابت قدم رہا۔ اور اگرچہ بار ہا ناامیدی کے بادلوں نے اسے گھیرا تاہم اس کے دل نے کبھی جنبش نہ کھائی +

گنگا رام ایک سال کے بعد مدرسہ علم الٰہی کو بھیجا گیا۔ اور وہاں سے ہوشیار مناد ہو کر نکلا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ایک اچھی مسیحی خاتون کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی اور آج کے دن اس کے پوتے پوتی ہیں۔ اور اس گڈریے کو مسیح نے اپنے پیچھے بلا کے اپنے جھنڈ کی گلہ بانی دی ہے۔ ہاں گنگا رام نے مسیح کی خاطر بہت مصیبت اُٹھائی اور سب کچھ کھویا۔ لیکن آج اس ہی کی گواہی ہے۔ کہ اس نے سو گنا پایا۔ آج وہ مسیح میں خوش و خرم ہے کیونکہ اُس نے مسیح کی قدرت کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ ہم نے اپنے سامعین کو گنگا رام کی زندگی کا احوال

تفصیل وار کہہ سنایا تاکہ آپ دیکھیں کہ مسیح کیسا قدرت والا ہے اور اگرچہ وہ فضل اللہ جیسے مولوی کو فضل مسیح بناتا ۔ پریم صلح جیسے غریب کو قدرت بخشتا ہو خلق کے بل کو اپنے لیے مخصوص کرتا وہ گنگا رام جیسے دہقانی کو بھی اپنی طرف کھینچ کے لوگوں کو حیران کرتا ہے ۔ یہ وہ رائی کا دانہ ہے جس میں چاروں طرف سے ہوا کے پرندے آ کے آرام پاتے ہیں ۔ آئیے اب بزرگ کی گفتگو کو تثلیث جیسے اہم مضمون پر سُن کے حظ اُٹھائیں ۔

# روزِ ششم

## گفتگو دربارۂ تثلیث

گنگا رام ۔ اچھا مولوی صاحب فرمائیے تثلیث کی بابت آپ کا کیا اعتراض ہے

مولوی ۔ آپ کی تثلیث کی تعلیم عجیب ہے ۔ آپ تین خدا مانتے ہیں آپ ہی خیال فرمائیے کہ کونسی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے تین خداؤں کو ماننے والے ہندوؤں اور دیگر بت پرستوں سے کیا بہتر ہو سکتے ہیں ؟ آپ کا مسئلہ تثلیث قرآن مجید اور عقل دونوں کے خلاف ہے ۔

گنگا رام ۔ سنئے صاحب ۔ مسیحی مسئلہ تثلیث مختصراً یہ ہے ۔ کہ خدا ایک ہی ہے ۔ لیکن اُسکی خدائی یا الوہیت میں تین اقانیم ہیں ۔ یعنی خدا تعالیٰ ۔ کلامِ خدا اور خدا کی روح ۔ کلامِ خدا انسان بنا ۔ پاک رُوح کے ذریعے کنواری مریم سے پیدا ہوا ۔ جو یسوع مسیح کے نام سے کہلایا ۔ یہ تمام راز الٰہی عقلِ انسان سے باہر ہے ۔ لیکن خلاف تو نہیں ۔

مولوی ۔ تو اب آپ خیال فرمائیے ۔ کہ جو بات ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتی ۔ اُس کو

ماننے سے کیا فایدہ۔ دیکھئے محمدی مذہب کیسا صاف اور سیدھا ہے۔ خدا ایک ہی ہے اس کا نبی جو سب نبیوں پر مہر ہے۔ وہ محمد ہے۔ یہ بات سب سمجھ سکتے ہیں۔

گنگا رام۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ پر توبھی ہم ان کو مانتے ہیں۔ مثلاً آپ خود اپنے آپ ہی کو نہیں سمجھتے۔ انسان میں عقل۔ رُوح اور نفس ملے گئے ہیں۔ آپ نہیں سمجھتے کہ فانی جسم میں غیر فانی رُوح کس طرح رہتی ہے۔ توبھی آپ مانتے ہیں کہ آپ میں رُوح ہے۔ علاوہ ازیں روح عقل اور نفس تینوں جُدا جدا ہیں۔ اور توبھی آپ کی شخصیت ایک ہی ہے۔ اسی طرح الوہیت میں تین اقانیم ہیں لیکن توبھی خدا ایک ہی ہے +

مولوی۔ رُوح القدس تو خدا نہیں کیونکہ یہ تو جبرائیل فرشتے کا لقب ہے +

گنگا رام۔ ہاں محمدی اس نام کا اسی طرح استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بائبل میں دونوں بڑا بھاری فرق ہے۔ جبرائیل تو صرف خدا کی مخلوق ہے +

مولوی۔ قرآن مجید میں اس مسئلہ تثلیث کی تائید میں کچھ نہیں ملتا۔ لہذا ہم اس کو نہیں مان سکتے +

گنگا رام۔ ہم مسیحی بائبل ہی کی بنیاد پر اسے مانتے ہیں۔ توبھی قرآن میں ایک دو باتیں غور طلب ہیں۔ اوّل تو یہ کہ خدا کا نام اللہ یا الرب ہے۔ جو کہ صیغہ واحد ہے۔ اور توبھی بارہا لفظ ہم کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے صیغہ جمع عاید ہوتا ہے کیا اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی +

مولوی۔ ہرگز نہیں۔ لفظ "ہم" کا وہاں استعمال ایسا ہی ہے جیسا بادشاہ اپنے لئے ہم کا استعمال کرتے ہیں +

گنگا رام۔ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ اگر قرآن خدا کا دیا ہوا ہے۔ تو اس میں کوئی بھی لفظ بے معنی نہیں ہو سکتا ہے +

مولوی۔ کچھ بھی ہو یہ بات عقل میں نہیں آسکتی۔ کہ ایک ہو اور پھر بھی تین +
گنگارام۔ اس کا عقل میں نہ آنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مسئلہ تثلیث خداداد ہے کیونکہ جو بات انسان کی عقل میں نہیں آتی۔ تو وہ اس کو بنا نہیں سکتا +
ذرا اور خیال فرمایئے۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ خدا کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ الودود یعنی پیار کرنے والا ہے ؟
مولوی۔ ہاں وہ یہ صفت رکھتا ہے۔
گنگارام۔ تو پھر کیا اس کا یہی مطلب نہیں کہ خدا میں صفت الوداد ہے یعنی اس کی محبت خالص اور بے ریا ہے۔ جیسے گویا وہ باپ کی اپنے بچوں کی طرف ہوتی ہے
مولوی۔ ہاں فرمایئے۔
گنگارام۔ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا میں تبدیلی نہیں ہوسکتی +
مولوی۔ ہاں خدا بدلتا نہیں۔
گنگارام۔ اچھا تو محبت کی صفت خدا میں ہمیشہ سے ہے یا کسی وقت بعد میں اس میں پیدا ہوگئی ؟
مولوی۔ ضرور شروع ہی سے ہوگی +
گنگارام۔ تو پھر محبت کے لئے کوئی دوسری شے ہونی چاہئے۔ کہ جس سے محبت کی جائے۔ آپ بتایئے کہ خلقت کے خلق کئے جانے سے پیشتر خدا نے کس سے محبت کی ؟
مولوی۔ وہ اپنے آپ سے محبت رکھتا تھا۔
گنگارام۔ کیا صرف اپنے ہی سے محبت کرنا کوئی اچھی صفت ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے ہی سے محبت کرے۔ اسے ہم اچھا آدمی کہینگے یا خود غرض +
مولوی۔ ہاں تو وہ فرشتوں سے محبت رکھتا تھا +

گنگا رام۔ لیکن فرشتے تو شروع ہی سے تھے نہیں۔ وے بھی تو خدا کی خلقت ہیں +
اگر محبت ایک اچھی صفت ہے۔ اور خدا کی ذات میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے
تو یہ اقانیم کے ہونے کی دلیل ہے اور تثلیث کا مسئلہ ہی اس معمے کو حل کرتا ہے +
علاوہ ازیں آپ خود مسیح کو کلام اللہ اور روح اللہ کہتے ہیں کہ نہیں؟

مولوی۔ ہاں یہ لقب ان کے ہیں مگر یہ محض لقب ہیں ان میں اور کچھ راز نہیں ہے۔

گنگا رام۔ لقب دو طرح سے دیئے جاتے ہیں۔ یا تو صحیح معنے رکھتے ہوئے یا غلط
اگر کوئی آپ کو سلطان ٹرکی کا لقب دے۔ تو آپ کے لئے یہ بے معنی ہوگا۔ لیکن
اگر ٹرکی کے وارث کو سلطان کہا جائے۔ تو اس کے لئے یہ لقب پر مطلب ہے +
اب آپ بتایئے کہ قرآن میں یسوع کو کلام اللہ اور رُوح اللہ کا لقب کس نے
دیا؟

مولوی۔ اللہ نے۔

گنگا رام۔ آپ خدا کو الحق کہتے ہیں۔ اور ٹھیک کہتے ہیں۔ کیا جب خُدا یسوع کو اپنا
کلام اور رُوح کہتا ہے تو وہ حق کی بات کہتا ہے +

مولوی۔ بیشک۔ کیونکہ خدا میں دروغ نہیں ہے۔

گنگا رام۔ تب اس سے ثابت ہو گیا کہ یسوع درحقیقت کلام اللہ اور روح اللہ ہے
اب ذرا آپ یہ تو بتلایئے۔ کہ لفظ "کلمہ" کے کیا معنی ہیں؟ خواہ کسی کا بھی کلمہ
کیوں نہ ہو +

مولوی۔ کلمہ سے مراد وہ بات ہے۔ جو کسی کے دل کی بات ظاہر کرے +

گنگا رام۔ درست ہے۔ کلمہ دل کا اظہار ہے۔ اور چونکہ مسیح کلام اللہ ہے وہ خدا
کا اظہار ہے۔ جس طرح کلام کلام کنندہ سے جُدا نہیں۔ اسی طرح مسیح خدا سے جدا نہیں
لہذا وہ خدا ہے۔ لقب روح اللہ سے بھی مسیح کی الوہیت ثابت ہے +

ہم تثلیت کے ثبوت میں دلیل پر دلیل پیش کر رہے ہیں۔ اور سنئے۔ آفتاب میں گرمی اور روشنی دو اوصاف ہیں۔ ان کے بغیر آفتاب نہیں۔ یہ تینوں ایک طرح تو جدا جدا ہیں۔ تو بھی ایک ہیں۔ جس طرح آفتاب اپنے آپ کو اپنی روشنی سے ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح خدا مسیح کے ذریعے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا" (یوحنا ۱:۱۸) +

عزیز ناظرین چونکہ آج اس گفتگو کا آخری روز ہے۔ مجھ بڈھے کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ سے اس اہم مضمون پر گفتگو کروں۔ اب تھوڑا وقت اور ہے کہ ہم سب جدا ہونگے۔ آپ اپنے گھر جائینگے۔ ہم اپنے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اس مسیح سے جس کی بابت ہم نے ان دنوں میں اتنی تفتیش کی ہے کیا کرینگے؟ کیا مسیح کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں ملتی ہے؟ کیا کوئی شخص سوائے مسیح کے اور بھی ایسا ہوا جس نے گنہگار انسان کے لئے اپنی جان دی۔ اور مُردوں میں سے جی اُٹھا مسیح آپ کے لئے مرا جی اُٹھا اور آج ان سب کو جو بڑے بوجھ سے دبے اور محنت اُٹھاتے ہیں وہ اپنے پاس بلاتا ہے کہ آرام دے میرے بھائیو یہ زندگی ہم کو بار بار نہ ملیگی۔ پھر موقع نہ ملیگا میں بڈھا آج آپ کے سامنے شخصی گواہی دیتا ہوں کہ مسیح سے دُور ہو کے آرام نہیں ہے۔ اس نے مجھے عجیب طور سے اپنی طرف کھینچا اور اپنا خادم بنایا۔ آپ سن چکے ہیں کہ مسیح نے فضل اللہ پر کیسا فضل کیا۔ بر کت مسیح کو اپنے پریم کے بندھنوں سے باندھا۔ بلونت جیسے جوان کو اپنے نام کی خاطر کیسی کیسی مصیبت برداشت کرنے کو بل دیا۔ اور مجھ غریب ناخواندہ دہقانی کو بھی اپنی بڑی رحمت سے اپنا بنایا۔ جو اس نے ہم سب کے اور دیگر بے شمار لوگوں کے لئے ہر زمانے میں کیا وہ آج آپ کے لئے بھی کر سکتا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب

آپ کچھ بھی کیوں نہ کہیں آپ کی نجات صرف مسیح ہی سے ہے۔ افسوس صد افسوس اگر آج آپ اسے قبول نہ کریں۔ بحث مباحثہ سے چنداں فایدہ نہیں۔ حق کی تلاش کرنا چاہیئے۔ مسیح کہتا ہے "راہ حق اور زندگی میں ہوں" وہ معصوم برّہ ہے جو جہان کے گناہ اُٹھائے جاتا ہے۔ آج ہی اور ابھی اسے قبول کیجئے +

اتنا کہہ کے ہمارا بزرگ بیٹھ گیا۔ جو اثر بعض پر ہوا اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مولوی محمد حسین کے دل میں وہ ابتدائی مسیحی تعلیم زور مار رہی تھی جو اس نے مشن سکول میں پائی تھی۔ بار بار دل میں ایسا کرتا تھا کہ بس اُٹھ کے مسیح کا اقرار کرنا چاہیے وہ مسیحی مذہب کی صداقت کا بالکل قائل تھا۔ کیونکہ جہاں خدا کی رُوح زور مارتی ہے وہاں شیطان بھی اپنا کام کرتا ہے۔ محمد حسین نے اپنے جذبات کو روکا۔ اور سلام کر کے گھر چلا گیا۔ اس میں تاب نہ تھی کہ اور زیادہ گفتگو کرے۔ اس کے ساتھیوں پر بھی صاف ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ ان عیسائیوں سے بحث چھیڑ کے ہم نے اپنا ہی نقصان کیا۔ ایک عجیب سنجیدگی لوگوں پر چھائی ہوئی تھی۔ مسیحی مناد وں نے ادب سے سب سننے والوں کو سلام کیا اور اس قدر تحمل سے سننے کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعوت دی کہ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی بھی مسیحی مذہب کی بات اور روشنی حاصل کیا چاہے۔ تو مکان پر آئے اور ہم بخوشی مدد کرینگے۔ سب رخصت ہوئے اور مناد بھی بمسرت گھر گئے۔ دوسرے روز پادری گنگا رام نے سب کو گرجا گھر میں جمع کر کے ایک عبادت شکر گزاری کی کی اور مولوی محمد حسین اور ان سب کے لئے جنہوں نے اُن کے کلام کو سنا تھا دعائیں کی گئیں +

اب ہم اپنے ناظرین کو تھوڑی دیر کے لئے محمد حسین کی طرف پھر توجہ دلاتے ہیں۔ محمد حسین کے دل میں بے چینی نے بڑا زور مارا۔ لیکن وہ بار بار اپنے دل کو دباتا اور ان خیالات کو دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک عجیب تبدیلی اس کی زندگی

میں ہو گئی تھی۔ جو کہ اس مکمل تبدیلی کا شروع تھی۔ جو اس میں بعد کو ہونے والی تھی
وہ اگرچہ اب رسمیہ طور پر روزہ نماز کرتا رہا تو بھی اس کا دل ان باتوں میں مطلق نہ لگتا
تھا۔ اب دیگر مسلمان مولویوں وغیرہ کے درمیان اس کی آمد و رفت بھی نہ رہی۔ اور
اس کے جان پہچان کے لوگ ذرا حیرت کی نظر سے اسے دیکھنے لگے۔ ہوتے ہوتے
اس بات کو دو سال ہو گئے۔ اس وقت سارے گاؤں میں طاعون کی وبا پھیلی
اس بیچارے محمد حسین پر سخت مصیبت آئی۔ والدہ کی موت کا داغ تو محمد حسین کو
ایک سال گذرا لگ ہی چکا تھا۔ کہ یکایک اس کے والد طاعون کا شکار بنے۔ اس
سے اسے سخت صدمہ پہنچا لیکن موت ابھی اس پر اور دھاوا کرنے والی تھی۔
کیونکہ چند ہی روز میں اس کی عزیزہ بی بی کو بخار آیا گلٹی معلوم ہوئی اور بہت دوڑ دھوپ
کرنے پر بھی وے اسے تین دن سے زیادہ نہ روک سکے۔ محمد حسین ان صدموں سے
دیوانہ سا ہو گیا۔ اور دراصل اس کی حالت نہایت دردناک تھی۔ چھوٹے چھوٹے
دو بچے اس کے پاس تھے۔ اور ان کی صورت دیکھ دیکھ کے اسے بہت رونا
آتا تھا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ جب انسان پست ہمت اور لاچار ہوتا ہے
تو خدا کو اس میں کام کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ پادری صاحب سے محمد حسین کی
ملاقات تو تھی ہی پس جب انہوں نے اس کی مصیبت کی خبر سنی۔ وے فوراً
اس کے مکان پر آئے۔ اور انجیل سے پڑھ پڑھ کے نہایت تسلی کی باتیں اسے
سنائیں اور مسیح کو اس خوبی سے اس کے آگے پیش کیا کہ محمد حسین سے پھر رہا نہ گیا۔
اور فوراً بول اٹھا کہ بس اب دیر نہ کیجئے۔ مجھے اور میرے دونوں بچوں کو مسیحی بنا لیجئے۔
میں چاہتا ہوں کہ میں ان تمام مقامات میں جہاں میں نے مسیح کی مخالفت کی ہے جا کے
مسیح کی شہادت دوں۔ اس پر پادری صاحب فوراً اسے اور اس کے بچوں کو

اپنے گھر لے آئے۔ اور مشن احاطہ کے خاص خاص مسیحیوں سے اس کی ملاقات کرائی۔ ان مسیحیوں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے بڑی تسلی دی۔ ماسٹر جی نے بیں محمد حسین اور اس کے دونو بچے مسیحی جماعت میں شریک کرئے گئے۔ محمد حسین کے بچے مشن سکول میں تعلیم پانے لگے اور وہ خود علم الٰہی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ علم الٰہی کو بھیجا گیا۔ جہاں وہ مسیح کے لئے زبردست آلہ بن گیا۔ اس کی شادی بھی ایک نیک مسیحی خاتون کے ساتھ ہو گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جب بذریعہ تار بزرگ پاسٹر گنگا رام اور ان منادوں کو جن سے محمد حسین کی بحث اس چبوترے پر قریب دو سال کے گذرے ہوئی تھی خبر دی گئی۔ کہ محمد حسین اور اس کے دو بچے مسیحی ہو گئے تو انہیں بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آج ہم مولوی محمد حسین کو جگہ بہ جگہ مسیح مصلوب کی گواہی دیتے ہوئے پاتے اور جانتے ہیں کہ "آسمان کی بادشاہت اس خمیر کی مانند ہے۔ جسے کسی عورت نے لے کر تین پیمانے آٹے میں ملا دیا اور ہوتے ہوتے سب خمیر ہو گیا" (متی ۱۳ : ۳۳)۔ خمیر محمد حسین میں ایک چھوٹے سے مشن سکول کے اُستاد کے ذریعے گویا ملایا گیا۔ اور آج تو محمد حسین سب خمیر ہے۔ "اے مسیحی کارگذار، اپنی روٹی پانیوں پر ڈال دے اور بہت دن بعد تو اسے پھر پائیگا۔" (واعظ ۱۱ : ۱)۔

مسیحی پریس لاہور میں مسٹر غلام قادر مسیحی پرنٹر و مالک مسیحی پریس کے اہتمام سے چھپا
اور
مسٹر ایف۔ ڈی وارث سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور نے شائع کیا